قُلْ اِنَّ الْفَضْلَ بِيَدِ اللّٰهِ ۚ يُؤْتِيْهِ مَنْ يَّشَآءُ ۗ وَاللّٰهُ وَاسِعٌ عَلِيْمٌ (اٰل عمران 74)

روزنامہ

الفضل لندن

مدیر۔ابوسعید

Online Edition

سوموار 14 فروری 2022ء | 12 رجب 1443 ہجری قمری | 14 تبلیغ 1401 ہجری شمسی | جلد:4 | شمارہ:38

فرمانِ رسول صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم

حضرت کَلَدَۃؓ بن حنبل بیان کرتے ہیں کہ مجھے صفوانؓ بن امیہ نے آنحضرت صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کی خدمت میں دودھ، ہرن کے بچے کا گوشت اور ککڑیاں دے کر بھیجا۔ مَیں حضور صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کے پاس بغیر سلام کہے چلا گیا۔ آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے فرمایا کہ پہلے باہر جاؤ۔ پھر السلام علیکم کہہ کر اندر آنے کی اجازت مانگو تو پھر تم اندر آ سکتے ہو۔

(ماخوذ از سنن ابی داؤد کتاب الادب باب کیف الاستئذان حدیث 5176)

حضرت سلطان القلمؑ کے رشحات قلم

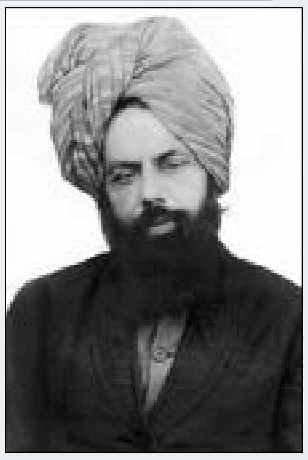

مسیح موعود کی نسبت صلوٰۃ اور سلام

بعض بے خبر ایک یہ اعتراض بھی میرے پر کرتے ہیں کہ اس شخص کی جماعت اس پر فقرہ علیہ الصلوٰۃ والسلام اطلاق کرتے ہیں اور ایسا کرنا حرام ہے۔ اس کا جواب یہ ہے کہ میں مسیح موعود ہوں اور دوسروں کا صلوٰۃ یا سلام کہنا تو ایک طرف خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ جو شخص اس کو پاوے میرا سلام اُس کو کہے اور احادیث اور تمام شروح احادیث میں مسیح موعود کی نسبت صدہا جگہ صلوٰۃ اور سلام کا لفظ لکھا ہوا موجود ہے۔ پھر جبکہ میری نسبت نبی علیہ السلام نے یہ لفظ کہا صحابہ نے کہا بلکہ خدا نے کہا تو میری جماعت کا میری نسبت یہ فقرہ بولنا کیوں حرام ہو گیا۔خود عام طور پر تمام مومنوں کی نسبت قرآن شریف میں صلوٰۃ اور سلام دونوں لفظ آئے ہیں اور مولوی محمد حسین بٹالوی رئیس المخالفین نے جب براہین احمدیہ کا ریویو لکھا اس کو پوچھنا چاہئے کہ کتاب مذکور کے صفحہ 246 میں یہ الہام اُس نے درج پایا یا نہیں۔ اصحاب الصُفّة۔ وما ادراك ما اصحاب الصُفّة تری اعینهم تفیض من الدمع۔ یصلّون علیك۔ ربّنا اننا سمعنامنادیا ینادی للایمان وداعیا الی اللّٰه وسراجًا مُّنیرا۔ ترجمہ یہ ہے کہ یاد کر صُفّہ میں رہنے والے اور تو کیا جانتا ہے کہ کس مرتبہ کے آدمی اور کس کامل درجہ کی ارادت رکھنے والے ہیں صُفّہ کے رہنے والے۔ تو دیکھے گا کہ اُن کی آنکھوں سے آنسو جاری ہوں گے۔ اور تیرے پر درود بھیجیں گے اور کہیں گے کہ اے ہمارے خدا ہم نے ایک آواز دینے والے کو سُنا یعنی ہم اُس پر ایمان لائے اور اس کی بات سُنی اُس کی یہ آواز ہے کہ اپنے ایمانوں کو خدا پر قوی کرو وہ خدا کی طرف بلانے والا اور چمکتا ہوا چراغ ہے۔ اب دیکھو کہ اس الہام میں نیک بندوں کی یہ علامت رکھی ہے کہ میرے پر درود بھیجیں گے۔

(روحانی خزائن جلد 17، اربعین صفحہ 349)

ارشاد باری تعالیٰ

وَاِذَا حُيِّيْتُمْ بِتَحِيَّةٍ فَحَيُّوْا بِاَحْسَنَ مِنْهَآ اَوْ رُدُّوْهَا ؕ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ حَسِيْبًا ﴿۸۷﴾

ترجمہ:اور اگر تمہیں کوئی خیرسگالی کا تحفہ پیش کیا جائے تو اس سے بہتر پیش کیا کرو یا وہی لَوٹا دو۔ یقیناً اللہ ہر چیز کا حساب لینے والا ہے۔

(النساء: 87)

فرمان خلیفہ وقت

اس آیت میں مسلمانوں کو ایک دوسرے کے لئے نیک جذبات کے اظہار کی نہ صرف تلقین فرمائی بلکہ فرمایا کہ اگر ملنے پر ایک شخص تمہارے لئے نیک جذبات کا اظہار کرے۔تمہیں سلام کہے۔ ایک ایسی دعا تمہیں دے جو تمہاری دین و دنیا سنوارنے والی ہو تو تمہارا بھی فرض ہے کہ اس سے بڑھ کر اظہار کرو اور فرمایا کہ یہ تمہارا ایک ایسا اخلاقی اور معاشرتی فرض ہے کہ اگر اس کو انجام نہیں دو گے تو خدا تعالیٰ کے سامنے تمہیں اس کا جواب دینا ہو گا۔ یہ خوبی صرف اسلام میں ہے کہ ایک دوسرے سے ملنے کے وقت ایسے بامقصد الفاظ کے ساتھ جذبات کا اظہار ہے اور ایک دوسرے سے ملنے پر السلام علیکم کہنے کا حکم ہے کہ تم پر سلامتی ہو۔یعنی تم ہر قسم کی پریشانیوں اور مشکلات سے محفوظ رہو۔ اب یہ دعا ایسی ہے کہ اگر دل کی گہرائی سے دوسرے کو دی جائے تو پیار، محبت اور بھائی چارے کے جذبات ابھرتے ہیں۔ تمام قسم کی نفرتیں دُور ہوتی ہیں۔ اسی طرح جسے سلام کیا جائے اسے حکم ہے کہ تم ان سلامتی کے الفاظ کا ان جذبات کا بہتر رنگ میں جواب دو اور بہتر شکل کیا ہے۔ یہ کہ جب انسان وعلیکم السلام جب انسان کہتا ہے تو اس کے لئے ورحمۃ اللہ وبرکاتہ بھی کہے کہ تم پر اللہ کی رحمتیں بھی ہوں اور برکتیں بھی ہوں۔ یا فرمایا کہ کم از کم اتنا ہی اظہار کر دو جتنا تمہیں سلام میں پہل کرنے والے نے کیا ہے تو یہ عمل تمہیں جزا پہنچائے گا۔

(خطبہ جمعہ 19/ فروری 2010ء بحوالہ الاسلام ویب سائٹ)

اس شمارہ میں

- دربارِ خلافت
- اوصافِ قرآن مجید (منظوم)
- خلاصہ خطبہ جمعہ حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ
- خطبہ جمعہ فرمودہ حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ

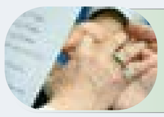

دربارِ خلافت

یہ تحریر شیخ عطّار اور امام غزالی وغیرہ سے بہت بڑھ چڑھ کر ہے

حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز فرماتے ہیں:

حضرت ملک غلام حسین صاحب مہاجرؓ بیان کرتے ہیں (بیعت 1891ء کی ہے) کہ رہتاس میں ہم اپنے بھائی منشی گلاب دین صاحب سے کتابیں سنا کرتے تھے، مرثیہ اور دیگر نظمیں وغیرہ، کیونکہ ہم غالی شیعہ تھے۔ ماتم وغیرہ کیا کرتے تھے۔ مرآۃ العاشقین وغیرہ پڑھتے تھے۔بعض وقت فقراء: امام غزالی اور شیخ عطّار وغیرہ کی باتیں سنایا کرتے تھے۔ ایک دن کہنے لگے کہ اگر سراج السالکین مصنفہ امام غزالی جیسی تحریر لکھنے والا آج پیدا ہو جائے تو چاہے ہمیں سو، دوسو، چارسو میل پیدل جانا پڑے ہم ضرور جائیں گے۔ اتفاقاً یہاں سے (یعنی قادیان سے) توضیح مرام، فتح اسلام دونوں رسالے وہاں پہنچ گئے۔ یہ اشتہار باباقطب الدین آف مالیر کوٹلہ فقیر لائے تھے۔ اُن کو ایک خواب آیا تھا کہ میں سیالکوٹ گیا ہوں اور وہاں حضرت صاحب سے جا کر ملا ہوں۔ چنانچہ اُس نے واقعی جانے کا عزم کر لیا اور جس طرح خواب میں لباس اور حضور کا نکلنا دیکھا تھا، ویسا ہی پایا اور یہ کتابیں ساتھ لایا۔ آخر منشی گلاب دین صاحب سے ملا اور کتابیں دے کر کہا کہ مَیں نے اپنی لڑکی کے پاس جانا ہے۔ آپ ایک دو روز میں یہ کتابیں دیکھ لیں۔ (یعنی ادھار کتابیں اُن کو دے گئے کہ مَیں نے آگے سفر پر جانا ہے، دوتین دن ہیں، آپ یہ کتابیں دیکھ لیں۔) وہ رسالے منشی صاحب نے ہمیں پڑھ کر سنائے اور کہا کہ یہ تحریر شیخ عطّار اور امام غزالی وغیرہ سے بہت بڑھ چڑھ کر ہے۔ (پہلے ان کی کتابیں پڑھا کرتے تھے ناں، جب حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی کتابیں پڑھیں تو کہتے ہیں یہ تحریر تو اُن سے بہت اعلیٰ ہے) ان دنوں بیعت کا اشتہار حضور نے دیا تھا۔ خاکسار (یعنی یہ روایت کرنے والے) اور منشی گلاب الدین صاحب اور میاں اللہ دتہ صاحب تینوں نے اُسی وقت بیعت کا خط لکھ دیا۔ یہ غالباً 1891ء کی بات ہے۔ جب وہ رسالے سنا چکے تو مَیں نے کہا کہ تمہارا وعدہ تھا کہ اگر اس وقت اس قسم کا آدمی ملے تو چاہے چارسو میل جانا پڑے ہم جائیں گے۔ اب بیعت ہم کر چکے ہیں اور جلسہ سالانہ 1892ء کا بالکل قریب ہے۔ اشتہار شائع ہو چکا ہے۔ چلو زیارت بھی کر آئیں اور جلسہ بھی دیکھ آئیں۔ چنانچہ ہم تینوں نے عزم کر لیا۔ میں ایک جگہ پانچ چھ میل کے فاصلے پر دکان کیا کرتا تھا۔فیصلہ یہ ہوا کہ پرسوں چلیں گے۔لیکن وہ لوگ میرے آنے سے پہلے چل پڑے وہاں ’’کریالہ‘‘ ایک سٹیشن تھا وہ کریالہ والے سٹیشن پر چلے گئے۔ روایت کرنے والے کہتے ہیں کہ میں جہلم سے سوار ہو گیا۔ کریالہ میں ہم تینوں اکٹھے ہو گئے۔ اگلے دن لاہور پہنچے۔ کسی نانبائی کی دکان سے روٹی کھائی۔لوگ کہنے لگے کہ گاڑی چھ بجے شام کو چلے گی۔ چنانچہ ہم نے عجائب گھر، چڑیا گھر وغیرہ کی سیر کی۔شام کو سٹیشن پر آ کر بٹالہ کا ٹکٹ حاصل کیا۔ رات گیارہ بجے بٹالہ ایک سرائے میں پہنچے۔ چارپائی بھی کوئی نہ تھی اور وہاں گند پڑا ہوا تھا۔ وہاں رہنے کو دل نہیں چاہا۔شہر میں ایک مسجد میں پہنچے۔مسجد میں رات کو آرام کیا۔ خدا کی قدرت کہ وہ مسجد مولوی محمد حسین بٹالوی کی تھی۔ جب صبح نماز پڑھ کر بیٹھ گئے تو مولوی محمد حسین صاحب پوچھنے لگے کہ مہمان کہاں سے آئے ہیں؟ ہم نے منشی گلاب الدین صاحب کو کہا کہ آپ تعلیم یافتہ ہیں اور یہ مولوی معلوم ہوتے ہیں۔ آپ ہی بات کریں۔ چنانچہ انہوں نے کہا کہ ہم رہتاس ضلع جہلم سے آئے ہیں۔مولوی صاحب نے مہمان سمجھ کر گنے کے رَس کی کھیر کھلائی۔ پھر پوچھا کہ آپ کہاں جائیں گے۔منشی صاحب نے کہا قادیان۔مولوی صاحب کہنے لگے ادھر کیا کام ہے؟ منشی صاحب نے کہا کہ مرزا صاحب نے دعویٰ کیا ہے اور جلسہ کا بھی اعلان کیا ہے۔ کہتے ہیں لکھتے ہوئے کہ ایک بات رہ گئی کہ جب رہتاس میں منشی صاحب نے رسالے سنائے تو بھائی اللہ دتہ تیلی نے کہا کہ یہ جو مرزا صاحب نے کہا ہے کہ مسیح مر گیا ہے اور میں آنے والا مسیح ہوں، یہ معمولی بات نہیں ہے اور نہ ایسا کہنے والا معمولی انسان ہے جو تیرہ سو سال کی اتنی بڑی غلطی کو نکالے۔ خیر کہتے ہیں مولوی محمد حسین صاحب سے ہماری باتیں ہو رہی تھیں۔ انہوں نے کہا کہ تمہاری عقل ماری ہوئی ہے۔ اگر مرزا اچھا ہوتا (یعنی صحیح ہوتا) تو کیا ہم نہ جاتے؟ (مَیں نہ بیعت کر لیتا جا کے؟) پس تم واپس چلے جاؤ۔ کہنے لگا کہ مرزا صاحب ہمارے واقف ہیں۔ مَیں اُن کو اچھی طرح جانتا ہوں۔ انہوں نے تو ایک دوکان کھولی ہوئی ہے جو چلے گی نہیں۔خوامخواہ تم بھی پیسے برباد کر رہے ہو۔ اُن کے پاس جانے کا کیا فائدہ۔ وہ کہتے ہیں میرے ساتھی بات سن کے خاموش ہو گئے۔ مَیں نے کہا کہ جو پیسے صَرف کرنے تھے، وہ تو خرچ ہو گئے۔ اب تو ہم ضرور جائیں گے۔ دیکھ کر واپس آئیں گے۔ خیر

بقیہ صفحہ 11 پر

اوصافِ قرآن مجید

نور فرقاں ہے جو سب نوروں سے اَجلیٰ نکلا
پاک وہ جس سے یہ انوار کا دریا نکلا

حق کی توحید کا مرجھا ہی چلا تھا پودا
ناگہاں غیب سے یہ چشمہ اصفیٰ نکلا

یا الٰہی! ترا فرقاں ہے کہ اک عالَم ہے
جو ضروری تھا وہ سب اس میں مہیا نکلا

سب جہاں چھان چکے ساری دکانیں دیکھیں
مئے عرفان کا یہی ایک ہی شیشہ نکلا

کس سے اس نور کی ممکن ہو جہاں میں تشبیہ
وہ تو ہر بات میں، ہر وصف میں یکتا نکلا

پہلے سمجھے تھے کہ موسیٰ کا عصا ہے فرقاں
پھر جو سوچا تو ہر اک لفظ مسیحا نکلا

ہے قصور اپنا ہی اندھوں کا، وگرنہ وہ نور
ایسا چمکا ہے کہ صد نیر بیضا نکلا

زندگی ایسوں کی کیا خاک ہے اس دنیا میں
جن کا اس نور کے ہوتے بھی دل اَعمیٰ نکلا

جلنے سے آگے ہی یہ لوگ تو جل جاتے ہیں
جن کی ہر بات فقط جھوٹ کا پتلا نکلا

(براہین احمدیہ، روحانی خزائن جلد 1 صفحہ 305-306)

اداریہ

آئیں! آج الفضل کے حوالے سے باتیں کریں

آج سنہ ہجری کے اعتبار سے 1443ھ کا 12 رجب ہے اور آج سے ٹھیک 112 اسلامی سال قبل حضرت مصلح موعود رضی اللہ تعالیٰ نے الفضل جاری فرمایا۔ آئیں اس کی مبارک سالگرہ پر الفضل ہی کے حوالہ سے کچھ باتیں کریں اور اس کی ترقی و ترویج کے لئے نئے عہد و پیمان باندھیں۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اس کے حقوق ادا کرنے کی توفیق دیتا چلا جائے۔

سیدنا حضرت مصلح موعود نے جلسہ سالانہ 27 دسمبر 1938ء کو خطاب کرتے ہوئے فرمایا:

روزنامہ الفضل سلسلہ احمدیہ کی طرف سے شائع ہونے والے اخبارات میں سے سب سے مقدم الفضل ہے مگر مجھے افسوس کے ساتھ کہنا پڑتا ہے کہ ہماری جماعت کی اخبارات اور لٹریچر کی اشاعت کی طرف اتنی توجہ نہیں جتنا متوجہ ہونے کی ضرورت ہے، اتنی وسیع جماعت میں جو سارے ہندوستان میں پھیلی ہوئی ہے اور جس کی سینکڑوں انجمنیں ہیں صرف دو ہزار کے قریب الفضل کی خریداری ہے حالانکہ اتنی وسیع جماعت میں الفضل کی اشاعت کم از کم پانچ سات ہزار ہونی چاہئے۔ ایک علمی اور مذہبی جماعت میں الفضل کی اس قدر کم خریداری بہت ہی افسوسناک ہے۔

(الفضل 16نومبر 1960ء)

الفضل خرید کر پڑھنے کی تحریک

سیدنا حضرت مصلح موعود فرماتے ہیں۔

میرے سامنے جب کوئی کہتا ہے کہ الفضل میں کوئی ایسی بات نہیں ہوتی جس کی وجہ سے اسے خریدا جائے تو میں ہمیشہ کہا کرتا ہوں کہ مجھے تو اس میں کئی باتیں نظر آجاتی ہیں آپ کا علم چونکہ مجھ سے زیادہ وسیع ہے اس لئے ممکن ہے کہ آپ کو اس میں کوئی بات نظر نہ آتی ہو۔

اصل بات یہ ہے کہ جب کسی کے دل کی کھڑکی بند ہو جائے تو اس میں کوئی نور کی شعاع داخل نہیں ہو سکتی پس اصل وجہ یہ نہیں ہوتی کہ اخبار میں کچھ نہیں ہوتا بلکہ اصل وجہ یہ ہوتی ہے کہ ان کے اپنے دل کا سوراخ بند ہوتا ہے اور وہ سمجھتے ہیں کہ اخبار میں کچھ نہیں ہوتا۔

اس سستی اور غفلت کا نتیجہ یہ ہے کہ ہماری اخباری زندگی اتنی مضبوط نہیں جتنی کہ ہونی چاہئے حالانکہ یہ زمانہ اشاعت کا زمانہ ہے اور اس زمانہ میں اشاعت کے مراکز کو زیادہ سے زیادہ مضبوط ہونا چاہئے۔

(انوارالعلوم جلد 14 صفحہ 543)

خریداروں میں اضافہ کی ضرورت

حضرت مصلح موعود نے 7/نومبر 1954ء کو مجلس خدام الاحمدیہ مرکزیہ کے اجتماع سے خطاب کرتے ہوئے فرمایا:

ہمارے ملک میں اخبارات اور رسائل پڑھنے کا شوق بہت کم ہے۔ الفضل ہمارا مرکزی اخبار ہے لیکن اس کی اشاعت ابھی دو ہزار ہے حالانکہ ہماری جماعت بہت بڑھ چکی ہے۔ اگر جماعت کی تعداد کو مدنظر رکھتے ہوئے پانچ فیصدی بھی اخبار کی اشاعت ہوتی تو دس ہزار اخبار چھپنا چاہئے تھا اور صرف مردوں میں اس کی خریداری ہوتی تب بھی پانچ ہزار خریدار ہونے چاہئے تھے۔ مگر الفضل کا خطبہ نمبر 24 سو چھپتا ہے اور یہ تعداد بھی بڑا زور مارنے کے بعد ہوئی ہے ورنہ پہلے تو بہت ہی بدتر حالت تھی صرف گیارہ بارہ سو اخبار چھپتا تھا۔ میں نے زور دیا تو چھبیس سو تک اس کی خریداری پہنچ گئی لیکن پارٹیشن کے بعد چونکہ میں نے ذاتی طور پر اس کی اشاعت میں دلچسپی نہیں لی اس لئے پھر اس کی خریداری بیس سو تک آگئی ہے۔ لیکن میں سمجھتا ہوں اگر جماعت توجہ کرے تو چار پانچ ہزار تک اس کی بکری ہو سکتی ہے اور پھر ایسی صورت میں الفضل کا حجم بھی بڑھایا جا سکتا ہے اور اس کے مضمون میں بھی تنوع پیدا کیا جا سکتا ہے۔

(مشعل راہ جلد اول صفحہ 701)

الفضل بطور تریاق

حضرت مصلح موعود فرماتے ہیں:

ہماری جماعت کے ایک مخلص دوست تھے جو اب فوت ہو چکے ہیں۔ ان کے لڑکے نے ایک دفعہ مجھے لکھا کہ میرے والد صاحب میرے نام الفضل جاری نہیں کرواتے۔ میں نے انہیں لکھا کہ آپ کیوں اس کے نام الفضل جاری نہیں کراتے تو انہوں نے جواب دیا کہ میں چاہتا ہوں کہ مذہب کے معاملہ میں اسے آزادی حاصل رہے اور وہ آزادانہ طور پر اس پر غور کر سکے۔ میں نے انہیں لکھا کہ الفضل پڑھنے سے تو آپ سمجھتے ہیں اس پر اثر پڑے گا اور مذہبی آزادی نہیں رہے گی۔ لیکن کیا اس کا بھی آپ نے کوئی انتظام کر لیا ہے کہ اس کے پروفیسر اس پر اثر نہ ڈالیں۔ اس کی کتابیں اس پر اثر نہ ڈالیں۔ اس کے دوست اس پر اثر نہ ڈالیں اور جب یہ سارے کے سارے اثر ڈال رہے ہیں تو کیا آپ چاہتے ہیں کہ اسے زہر تو کھانے دیں اور تریاق سے بچایا جائے۔

(تفسیر کبیر جلد 7 صفحہ 329)

الفضل کی ضرورت

بحیثیت قوم ترقی کرنے کے لئے الفضل کا مطالعہ ضروری ہے۔ حضرت خلیفۃ المسیح الثالث فرماتے ہیں:

لوگ کہہ دیتے ہیں الفضل کا ہر مضمون اعلیٰ پایہ کا ہونا چاہئے۔ میں بھی کہتا ہوں الفضل کا ہر مضمون اعلیٰ پایہ کا ہونا چاہئے۔ وہ کہتے ہیں (بعض لوگ) کہ اگر الفضل کا ہر مضمون اعلیٰ پایہ کا نہیں ہوگا تو اس کو لے کے پڑھنے کی کیا ضرورت۔ میں کہتا ہوں کہ اگر الفضل کا ایک مضمون بھی اعلیٰ پایہ کا ہے تو اسے لے کے اسے پڑھنے کی ضرورت ہے۔ میں اس سے بھی آگے جاتا ہوں میں کہتا ہوں اگر الفضل میں ایک ایسا مضمون ہے جس میں ایک بات ایسی لکھی ہے جو آپ کو فائدہ پہنچانے والی ہے تو اس فائدہ کو ضائع نہ کریں آپ۔ اگر آپ نے بحیثیت قوم ترقی کرنی ہے۔

(خطاب جلسہ سالانہ 27دسمبر 1979ء)
(الفضل 24 فروری 1980ء)

شکر گزاری کے لئے الفضل پڑھیں

سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثالث 15/ اکتوبر 1971ء کے خطبہ جمعہ میں فرماتے ہیں:

بڑا افسوس ہے کہ جماعت میں بھی بعض ایسے لوگ ہیں جو الفضل کو پڑھتے نہیں ایک نظر ڈالا کریں شاید اس میں دلچسپی کی کوئی چیز مل جائے اور خصوصاً اللہ تعالیٰ کے جو فضل جماعت پر نازل ہو رہے ہیں ان کو پڑھا کریں، اس کے بغیر آپ شکر نہیں ادا کر سکتے کیونکہ جس شخص کو یہ احساس ہی نہ ہو کہ اللہ تعالیٰ کتنی رحمتیں اور برکتیں اس پر نازل کر رہا ہے وہ اللہ کا شکر کیسے ادا کرے گا اور احساس کیسے پیدا ہوگا جب تک آپ اپنے علم کو up to date نہ کریں یعنی آج تک جو فضل نازل ہوئے ہیں اس کا پورا علم نہ ہو۔

(خطبات ناصر جلد 3 صفحہ 463)

الفضل کا پہلا صفحہ

حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے جامعہ احمدیہ یو۔کے کی کلاس سے 17 مارچ 2007ء کو خطاب کرتے ہوئے دریافت فرمایا:۔

الفضل ربوہ آتا ہے؟ اور تلقین فرمائی کہ الفضل کا پہلا صفحہ ملفوظات والا پڑھا کرو۔ اگر کوئی کتاب نہیں پڑھ رہے تو وہی پڑھو، رسالوں میں کوئی نہ کوئی اقتباس چھپا ہوتا ہے۔ اس میں سے پڑھا کرو۔ ابھی سے یادداشت میں فرق پڑ جائے گا اور عادت پڑ جائے گی۔

(الفضل 18جون 2008ء)

الفضل کا ایک مضمون

حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے مورخہ 8 مئی 2009ء کے خطبہ جمعہ میں فرمایا۔

گزشتہ دنوں میں الفضل میں ایک مضمون دیکھ رہا تھا۔ مالی قربانی پہ کسی لکھنے والے نے لکھا۔ ربوہ میں کسی احمدی کا واقعہ تھا کہ وہ صاحب گوشت کی دکان پر کھڑے گوشت خرید رہے تھے۔ وہاں سے سیکرٹری مال کا سائیکل پر گزر ہوا تو اس شخص کو دیکھ کر جو سودا خرید رہا تھا، سیکرٹری مال صاحب وہاں رک گئے اور صرف یاددہانی کے لئے بتایا کہ آپ کا فلاں چندہ بقایا ہے۔ تو اس شخص نے پوچھا کہ کتنا بقایا ہے؟ جب سیکرٹری مال نے بتایا تو وہ کافی رقم تھی۔ تو انہوں نے وہیں کھڑے کھڑے وہ سیکرٹری مال کو ادا کر دی اور رسید لے لی۔ اور قصائی سے جو گوشت خریدا تھا وہ اس کو واپس کر دیا کہ آج ہم گوشت نہیں کھا سکتے۔ سادہ کھانا کھائیں گے۔

(الفضل 23جون 2009ء صفحہ 4)

الفضل کی سعادت

سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ نے جلسہ سالانہ 2009ء کے انتظامات کا معائنہ کرتے ہوئے 19جولائی 2009ء کو فرمایا:

چند دن ہوئے میں نے الفضل میں ایک مضمون پڑھا، پروازی صاحب کا تھا کہ جلسہ کے دنوں میں ایک خاتون بڑی مستعدی سے اپنے ٹائلٹ میں جو بھی کوئی جاتا تھا اس کے بعد فوری طور پر صفائی کرتی تھیں اور بڑا صاف رکھا ہوا تھا۔ Gloves پہنے ہوئے اور دیکھنے میں بڑی رکھ رکھاؤ والی خاتون لگتی تھیں۔ تو خیر ایک خاتون جو اندر گئی Washroom استعمال کرنے کے بعد ان کو بڑا خیال آیا پوچھا کہ یہ کون ہیں؟ کیونکہ یہ لگتا ہے بڑی رکھ رکھاؤ والی خاتون ہیں۔ لیکن مستعدی سے یہ کام کر رہی ہیں عورتوں کے لئے میں خاص طور پر یہ بات کر رہا ہوں۔ بتانے والے نے ان کو بتایا کہ چوہدری شاہنواز صاحب کی بیگم ہیں اور ہر سال یہ کہہ کر یہاں ڈیوٹی لگواتی ہیں۔ کہ میری ڈیوٹی جو ہے وہ صفائی میں لگائی جائے...... لکھنے والے نے لکھا کہ کئی دفعہ ان کو کہا بھی گیا کہ کہیں اور ڈیوٹی دے دیں لیکن وہ زور دے کر صفائی کے اوپر ڈیوٹی لگواتی تھیں اور بڑی مستعدی سے کام کیا کرتی تھیں۔

(الفضل 18جون 2010ء)

خلاصہ خطبہ جمعہ

سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز فرمودہ 11/ فروری 2022ء بمقام مسجد مبارک، اسلام آباد ٹلفورڈ یو کے

☆… فتح مکہ کے موقع پر حضرت ابو بکرؓ کا کردار

☆…غزوہ تبوک کے موقعے پر حضرت ابو بکرؓ نے اپنا کُل مال جس کی مالیت چار ہزار درہم تھی آنحضرت ﷺ کی خدمت میں پیش کر دیا

☆… حضرت ابو بکرؓ کو آنحضرت ﷺ نے نو ہجری میں حج کے موقعے پر امیرالحج مقرر فرمایا۔آپؓ تین سَو صحابہ کے ساتھ حج کے لیے روانہ ہوئے

محترمہ امۃ اللطیف خورشید صاحبہ اہلیہ شیخ خورشید احمد صاحب مرحوم اسسٹنٹ ایڈیٹر الفضل ربوہ کا ذکرِ خیر اور نمازِ جنازہ غائب

آنحضرت ﷺ کے عظیم المرتبت خلیفۂ راشد حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے اوصاف حمیدہ کا تذکرہ

امیرالمومنین حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے مورخہ 11/فروری 2022ء کو مسجد مبارک، اسلام آباد، ٹلفورڈ، یو کے میں خطبہ جمعہ ارشاد فرمایا جو مسلم ٹیلی وژن احمدیہ کے توسّط سے پوری دنیا میں نشر کیا گیا۔ جمعہ کی اذان دینے کی سعادت فیروز عالم صاحب کے حصے میں آئی۔تشہد، تعوذ اور سورۃ الفاتحہ کی تلاوت کے بعد حضورِ انور ایدّہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے فرمایا:

تاریخ میں فتح مکّہ کے حوالے سے حضرت ابو بکرؓ کی ایک خواب کا ذکر ملتا ہے کہ مسلمان مکّے کے قریب ہو گئے اور ایک کتیا بھونکتے ہوئے آئی اور قریب پہنچتے ہی پشت کے بل لیٹ گئی اور اس سے دودھ بہنے لگا۔ رسول اللہ ﷺ نے اس خواب کی تعبیر یہ فرمائی کہ اُن کا شر دُور ہو گیا اور نفع قریب ہو گیا۔

فتح مکّہ سے پیشتر جب ابوسفیان مرالظہران مقام پر رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا تو آپؐ نے حضرت عباسؓ یا حضرت ابو بکرؓ کے مشورے سے ابوسفیان کو رات روک لیا تا کہ وہ مسلمانوں کے لشکر کو دیکھ سکے۔ ابوسفیان کے سامنے رسول خدا ﷺ کا سبز پوش دستہ نمودار ہوا جس میں مہاجرین و انصار پرچم تھامے شامل تھے، ایک ہزار انصار لوہے کی زرہوں میں ملبوس تھے۔ رسول اللہ ﷺ نے اپنا جھنڈا حضرت سعد بن عبادہؓ کو عطا فرمایا تھا اور وہ لشکر کے آگے آگے تھے، حضرت سعد بن عبادہؓ ابوسفیان کے پاس سے گزرے تو اسے للکارا۔ ابوسفیان نے حضرت عباسؓ سے کہا کہ آج میری حفاظت کا ذمہ دار کون ہے؟ اسی وقت رسول خدا ﷺ حضرت ابو بکرؓ اور حضرت اسید بن حضیرؓ کے درمیان اپنی اونٹنی قصواء پر نمودار ہوئے۔حضرت عباسؓ نے ابوسفیان سے کہا کہ یہ رسول اللہ ﷺ ہیں۔

جب آپؐ مکّے میں داخل ہوئے تو دیکھا کہ عورتیں گھوڑوں کے مونہوں پر دوپٹے مار مار کر انہیں پیچھے ہٹا رہی تھیں۔حضور ﷺ نے یہ منظر دیکھا تو حضرت ابو بکرؓ سے فرمایا کہ حسان بن ثابت نے کیا کہا ہے۔جس پر حضرت ابو بکرؓ نے حسان بن ثابت کے وہ اشعار پڑھے جن میں رعب دار لشکر کے کداء کے راستے داخل ہونے کے بیان میں اسی قسم کی منظر کشی ہے۔ آپؐ نے فرمایا پھر وہیں سے داخل ہو جہاں سے حسان بن ثابت نے کہا ہے۔ کداء عرفات کا ہی دوسرا نام ہے۔

فتح مکہ کے موقعے پر آپؐ نے امن کا اعلان فرمایا تو حضرت ابو بکرؓ نے عرض کیا کہ ابوسفیان شرف کو پسند کرتا ہے چنانچہ حضور ﷺ نے فرمایا کہ جو ابوسفیان کے گھر میں داخل ہو جائے گا وہ امن میں رہے گا۔ جب حضور ﷺ کے حکم سے ہُبل بت کو گرایا گیا تو زبیر بن عوامؓ نے ابوسفیان کو یاد دلایا کہ احد کے دن تم نے اسی بت کے متعلق بہت غرور سے اعلان کیا تھا کہ اس نے تم پر انعام کیا ہے۔ ابوسفیان نے کہا کہ اب ان باتوں کو جانے دو۔ مَیں جان گیا ہوں کہ اگر محمد ﷺ کے خدا کے علاوہ بھی کوئی خدا ہوتا تو جو آج ہوا وہ نہ ہوتا۔

حضرت ابوہریرہؓ کہتے ہیں کہ فتح مکّہ کے دن رسول اللہ ﷺ تشریف فرما تھے اور حضرت ابو بکرؓ تلوار سونتے حفاظت کے لیے آپؐ کے سرہانے کھڑے تھے۔

غزوہ حنین جسے غزوہ ہوازن یا غزوہ اوطاس بھی کہتے ہیں آٹھ ہجری میں فتح مکّہ کے بعد ہوا۔حنین مکّہ اور طائف کے درمیان مکّے سے تیس مِیل کے فاصلے پر ایک گھاٹی ہے۔ فتح مکّہ کی اطلاع ملنے پر مالک بن عوف نصری کی تحریک پر قبائلِ عرب کا ایک بڑا لشکر مسلمانوں سے مقابلے کے لیے تیار ہوا۔حضور ﷺ بارہ ہزار کے لشکر کے ساتھ مقابلے کے لیے نکلے اور علی الصبح حنین جا پہنچے۔مشرکین کا لشکر وہاں پہلے سے گھاٹیوں میں چھپا بیٹھا تھا۔ انہوں نے مسلمانوں پر اچانک اتنی شدت کا حملہ کیا کہ مسلمان سنبھل نہ پائے اور بکھر گئے۔ روایات میں مذکور ہے کہ آپؐ کے پاس محض گنتی کے چند صحابہ رہ گئے تھے۔

حضرت مصلح موعودؓ فرماتے ہیں کہ (جنگِ حنین میں) ایک وقت ایسا آیا کہ رسول کریم ﷺ کے گرد صرف بارہ صحابی رہ گئے ۔حضرت ابو بکرؓ نے گھبرا کر آپؐ کی سواری کی لگام پکڑی اور عرض کیا کہ یارسول اللہؐ! یہ آگے بڑھنے کا وقت نہیں۔ مگر آپؐ نے بڑے جوش سے فرمایا میری سواری کی باگ چھوڑ دو اور پھر ایڑھ لگاتے ہوئے آگے بڑھے اور یہ کہتے جاتے تھے کہ مَیں موعود نبی ہوں جس کی حفاظت کا دائمی وعدہ ہے۔ مَیں جھوٹا نہیں ہوں۔ اس لیے تم تین ہزار تیر انداز ہو یا تیس ہزار مجھے پرواہ نہیں۔

رسول اللہ ﷺ کے ارشاد پر حضرت عباسؓ نے مسلمانوں کو یہ صدا لگائی کہ اے سورہ بقرہ کے صحابیو! اے حدیبیہ کے دن درخت کے نیچے بیعت کرنے والو! خدا کا رسول تمہیں بلاتا ہے۔ ایک صحابی کہتے ہیں کہ نَو مسلموں کی بزدلی کی وجہ سے ہماری سواریاں بھی دوڑ پڑی تھیں لیکن جیسے ہی یہ آواز میرے کانوں میں آئی مجھے یوں لگا کہ مَیں زندہ نہیں مردہ ہوں اور اسرافیل کا صُور فضا میں گونج رہا ہے۔ مَیں نے اپنی سواری کو موڑنا چاہا مگر وہ بدکا ہوا تھا۔ مَیں نے اور میرے کئی ساتھیوں نے اونٹوں سے چھلانگیں لگا دیں۔ کئی نے تو اونٹوں کی گردنیں کاٹ دیں اور رسول اللہ ﷺ کی طرف دوڑنا شروع کر دیا۔

غزوہ طائف شوال آٹھ ہجری میں پیش آیا۔ آپؐ نے اہلِ طائف کا محاصرہ کیا۔مختلف روایات کے مطابق اس محاصرے کی طوالت دس راتوں سے چالیس راتوں تک بیان کی جاتی ہے۔ اس موقعے پر آپؐ نے ایک خواب دیکھی اور حضرت ابو بکرؓ نے اس کی وہی تعبیر بیان کی جو رسول اللہ ﷺ کا بھی خیال تھا۔

غزوہ تبوک رجب نَو ہجری میں ہوا۔ اس غزوے کے موقعے پر حضرت ابو بکرؓ نے اپنا کُل مال جس کی مالیت چار ہزار درہم تھی آنحضرت ﷺ کی خدمت میں پیش کر دیا۔ رسول اللہ ﷺ نے حضرت ابو بکرؓ سے دریافت فرمایا کہ اپنے گھر والوں کے لیے بھی کچھ چھوڑا ہے۔ اس پر حضرت ابو بکرؓ نے عرض کیا کہ گھر والوں کے لیے اللہ اور اس کا رسول چھوڑ آیا ہوں۔ زید بن اسلم اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ مَیں نے حضرت عمرؓ کو یہ کہتے ہوئے سنا کہ مَیں اپنا نصف مال لایا اور سوچا کہ اگر کبھی مَیں ابو بکر پر سبقت لے جا سکا تو وہ آج کا دن ہو گا۔لیکن حضرت ابو بکرؓ اپنا تمام مال لیے حاضر ہوئے تو مَیں نے کہا کہ اللہ کی قسم! مَیں ابو بکر سے کسی چیز میں کبھی بھی سبقت نہیں لے جا سکتا۔

حضرت مسیح موعودؑ اس واقعے کا ذکر کر کے بیعت کرنے والوں کے متعلق فرماتے ہیں ایک وہ ہیں جو بیعت تو کر جاتے ہیں اور اقرار بھی کر جاتے ہیں کہ ہم دنیا پر دین کو مقدّم کریں گے مگر مدد اور امداد کے موقعے پر اپنی جیبوں کو دبا کر پکڑے رکھتے ہیں۔ بھلا ایسی محبت دنیا سے کوئی دینی مقصد پا سکتا ہے۔

حضرت عبداللہ بن مسعودؓ فرماتے ہیں کہ تبوک میں ایک رات مَیں نے رسول اللہ ﷺ، حضرت ابو بکرؓ اور حضرت عمرؓ کو دیکھا کہ آپ تینوں حضرت عبداللہ ذوالبجادینؓ کو قبر میں دفن کر رہے تھے۔ آپؓ فرماتے ہیں کہ مَیں نے تمنّا کی کہ کاش یہ قبر والا مَیں ہوتا۔

حضور اکرم ﷺ نے نَو ہجری میں تبوک سے واپسی پر حج کے لیے روانگی کا ارادہ کیا۔لیکن جب آپؐ کو بتایا گیا کہ حج کے موقعے پر مشرکین شرکیہ الفاظ ادا کرتے اور ننگے ہو کر طواف کرتے ہیں تو آپؐ نے اس سال حج کا ارادہ ترک کر دیا اور حضرت ابو بکرؓ کو امیرالحج مقرر فرمایا۔حضرت ابو بکرؓ تین سَو صحابہ کے ساتھ حج کے لیے روانہ ہوئے۔حضور ﷺ نے قربانی کے بیس جانور روانہ فرمائے۔حضرت ابو بکرؓ کی روانگی کے بعد آپؐ پر سورہ توبہ نازل ہوئی۔ آپؐ نے حضرت علیؓ کو بلوایا اور انہیں فرمایا کہ سورہ توبہ کے آغاز میں جو بیان ہوا ہے اسے لے جاؤ اور قربانی کے دن جب منیٰ میں لوگ جمع ہوں تو اس میں اعلان کر دو کہ جنت میں کوئی کافر داخل نہیں ہو گا۔ اس سال کے بعد کسی مشرک کو حج کی اجازت نہ ہو گی، نہ ہی کسی کو ننگے بدن بیت اللہ کے طواف کی اجازت ہو گی۔جس کسی کے ساتھ آنحضرت ﷺ نے کوئی معاہدہ کیا ہے اس کی مدّت پوری کی جائے گی۔

جب حضرت ابو بکرؓ سے حضرت علیؓ ملے تو حضرت ابو بکرؓ نے پوچھا کہ آپ کو امیر مقرر کیا گیا ہے یا آپ میرے ماتحت ہوں گے۔حضورِ انور نے فرمایا کہ یہ حضرت ابو بکرؓ کی عاجزی کی انتہا ہے۔حضرت علیؓ نے کہا کہ مَیں آپؓ کے ماتحت ہوں گا۔

ایک روایت کے مطابق حضرت ابو بکرؓ نے عرفہ کے مقام پر لوگوں سے خطاب کیا اور پھر حضرت علیؓ سے فرمایا کہ رسول اللہ ﷺ کا پیغام پہنچاؤ۔ چنانچہ حضرت علیؓ نے سورہ برأت (سورہ توبہ) کی چالیس آیات سنائیں۔

حضرت ابو بکرؓ کا ذکر آئندہ جاری رہنے کا ارشاد فرمانے کے بعد حضورِ انور ایدّہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے محترمہ امۃ اللطیف خورشید صاحبہ اہلیہ شیخ خورشید احمد صاحب مرحوم اسسٹنٹ ایڈیٹر الفضل ربوہ کا ذکرِ خیر فرمایا اور نمازِ جنازہ غائب پڑھانے کا اعلان کیا۔

مرحومہ گذشتہ دنوں پچانوے سال کی عمر میں وفات پا گئی تھیں۔ آپ کو خدا نے تین بیٹوں اور دو بیٹیوں سے نوازا۔عبدالباسط شاہد صاحب مربی سلسلہ کی بہن تھیں۔ ان کے پوتے وقاص احمد خورشید امریکہ میں مربی سلسلہ ہیں۔ ایک بہن امۃ الباری ناصر صاحبہ ہیں۔حضورِ انور نے فرمایا کہ یہ اچھا علمی خاندان ہے۔

تالیف و تصنیف سے لے کر انتظامی امور تک آپ کی خدمات کا سلسلہ ستّر برس سے زائد عرصے پر محیط ہے۔مرحومہ بہت ملنسار، مہمان نواز، عبادت گزار، دعا گو، علمی مزاج کی حامل اور خلافت کی سچی وفادار خاتون تھیں۔

مرحومہ کی پوتی نے لکھا کہ آپ نے ہمیں ایمان اور مغربی معاشرے کو ہم آہنگ اور متوازن کرنا سکھایا۔حضورِ انور نے فرمایا کہ ماؤں اور بزرگوں کا یہ کام ہے کہ نئی نسل کو سنبھالنے، تربیت کرنے اور دین سکھانے کی کوشش کریں۔

حضورِ انور نے مرحومہ کی مغفرت اور بلندیٔ درجات کے لیے دعا کی۔

☆…☆…☆

(بشکریہ الفضل انٹرنیشنل)

خطبہ جمعہ

سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز فرمودہ 21؍ جنوری 2022ء بمقام مسجد مبارک، اسلام آباد ٹلفورڈ یو کے

خدا کے نبی کی شان سے یہ بعید ہے کہ وہ ہتھیار لگا کر پھر اسے اتار دے قبل اس کے کہ خدا کوئی فیصلہ کرے۔ پس اب اللہ کا نام لے کر چلو اور اگر تم نے صبر سے کام لیا تو یقین رکھو کہ اللہ تعالیٰ کی نصرت تمہارے ساتھ ہوگی (الحدیث)

آنحضرت صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کے عظیم المرتبت خلیفہ ٔراشد صدیقِ اکبر حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے کمالات اور مناقبِ عالیہ

مدینہ پہنچنے کے بعد رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے سب سے پہلے مسجد کی تعمیر کی طرف توجہ فرمائی

تاریخ میں یہ ذکر ملتا ہے کہ آنحضرت صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے صحابہ میں دو مرتبہ مؤاخات قائم فرمائی۔ ایک دفعہ ہجرت سے پہلے مکّہ میں اور دوسری دفعہ مدینہ میں

غزوۂ بدر کے لیے روانگی کے وقت صحابہ کے پاس ستر اونٹ تھے اس لیے ایک ایک اونٹ تین تین آدمیوں کے لیے مقرر کیا اور ہر ایک باری باری سوار ہوتا تھا۔

حضرت ابوبکرؓ، حضرت عمرؓ اور حضرت عبدالرحمٰن بن عوفؓ ایک اونٹ پر باری باری سوار ہوتے تھے

حضرت ابوبکرؓ سائبان میں ننگی تلوار سونت کر آپؐ کے پاس حفاظت کے لئے کھڑے رہے ’’اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے رات بھر خدا کے حضور گریہ وزاری سے دعائیں کیں اور لکھا ہے کہ سارے لشکر میں صرف آپؐ ہی تھے جو رات بھر جاگے باقی سب لوگ باری باری اپنی نیند سو لئے۔‘‘

أَشْهَدُ أَنْ لَّآ إِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ وَأَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَ رَسُوْلُهٗ۔

أَمَّا بَعْدُ فَأَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ۔ بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ ﴿۱﴾

اَلۡحَمۡدُ لِلّٰہِ رَبِّ الۡعٰلَمِیۡنَ ۙ﴿۲﴾ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ ۙ﴿۳﴾ مٰلِکِ یَوۡمِ الدِّیۡنِ ؕ﴿۴﴾ اِیَّاکَ نَعۡبُدُ وَ اِیَّاکَ نَسۡتَعِیۡنُ ؕ﴿۵﴾

اِہۡدِنَا الصِّرَاطَ الۡمُسۡتَقِیۡمَ ۙ﴿۶﴾ صِرَاطَ الَّذِیۡنَ اَنۡعَمۡتَ عَلَیۡہِمۡ ۬ۙ غَیۡرِ الۡمَغۡضُوۡبِ عَلَیۡہِمۡ وَ لَا الضَّآلِّیۡنَ ﴿۷﴾

آج کل

حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ذکر

چل رہا ہے۔ مدینہ پہنچنے کے بعد رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے سب سے پہلے مسجد کی تعمیر کی طرف توجہ فرمائی۔ چنانچہ اس بارے میں سیرت خاتم النبیینؐ میں حضرت مرزا بشیر احمد صاحبؓ نے اس طرح لکھا ہے کہ

مدینہ کے قیام کا سب سے پہلا کام مسجد نبوی کی تعمیر

تھا۔ جس جگہ آپؐ کی اونٹنی آ کر بیٹھی تھی وہ مدینہ کے دو مسلمان بچوں سہل اور سہیل کی ملکیت تھی جو حضرت اَسعد بن زُرارہؓ کی نگرانی میں رہتے تھے۔ یہ ایک افتادہ جگہ تھی جس کے ایک حصہ میں کہیں کہیں کھجوروں کے درخت تھے اور دوسرے حصہ میں کچھ کھنڈرات وغیرہ تھے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے مسجد اور اپنے حجرات کی تعمیر کے لیے پسند فرمایا اور دس دینار میں (یعنی اس وقت اس زمانے میں اس کی جو قیمت لگی وہ آپ نے یہاں روپوں میں لگائی تھی) بہرحال دس دینار میں زمین خرید لی گئی اور جگہ کو ہموار کر کے اور درختوں کو کاٹ کر مسجد نبوی کی تعمیر شروع ہوگئی۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے خود دعا مانگتے ہوئے سنگِ بنیاد رکھا اور جیسا کہ قبا کی مسجد میں ہوا تھا صحابہ نے معماروں اور مزدوروں کا کام کیا جس میں کبھی کبھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم خود بھی شرکت فرماتے تھے۔

(ماخوذ از سیرت خاتم النبیینؐ صفحہ 269)

جیسا کہ بیان ہوا ہے کہ مسجد کے لیے اور حجرات کے لیے یہ جو جگہ تھی یہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے دس دینار میں خریدی تھی اور روایات میں آتا ہے کہ حضرت ابوبکرؓ کے مال سے یہ رقم ادا کی گئی تھی۔

(المواهب اللدنیہ جلد۱ صفحہ۳۱۶، بناء المسجد النبوی، مطبوعہ المکتب الاسلامی ۲۰۰۴ء)

مسجد کی تعمیر کے بارے میں مزید تفصیل یوں ملتی ہے۔ تعمیر شروع ہونے کے وقت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے دستِ مبارک سے ایک اینٹ رکھی۔ پھر آپؐ نے حضرت ابوبکرؓ کو بلایا تو انہوں نے آپؐ کی اینٹ کے ساتھ ایک اینٹ رکھی۔ پھر حضرت عمرؓ کو بلایا جنہوں نے حضرت ابوبکرؓ کی اینٹ کے ساتھ ایک اینٹ رکھی۔ پھر حضرت عثمانؓ آئے انہوں نے حضرت عمرؓ کی اینٹ کے ساتھ ایک اینٹ رکھی۔

ایک اَور روایت میں آتا ہے کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مسجد تعمیر کی تو آپؐ نے بنیاد میں ایک پتھر رکھا اور حضرت ابوبکرؓ سے فرمایا کہ اپنا پتھر میرے پتھر کے ساتھ رکھو۔ پھر آپؐ نے حضرت عمرؓ سے فرمایا: اپنا پتھر ابوبکرؓ کے پتھر کے ساتھ رکھو۔ پھر حضرت عثمانؓ سے فرمایا: اپنا پتھر عمرؓ کے پتھر کے ساتھ رکھو۔

(السیرۃ الحلبیہ جلد۲۔ باب الهجرة صفحہ ۹۰ دارالکتب العلمیة بیروت ۲۰۰۲)

محرم 7؍ ہجری میں جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم غزوۂ خیبر سے فاتح و کامران لوٹے تو آپؐ نے

مسجد نبویؐ کی توسیع اور تعمیر نَو

کا ارشاد فرمایا۔ اس دفعہ بھی آپؐ نے صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے ساتھ مل کر مسجد کی تعمیر میں حصہ لیا۔

(ماخوذ از جستجوئے مدینہ صفحہ 446 اورینٹل پبلی کیشنز پاکستان)

عبید اللہ بن عبد اللہ بیان کرتے ہیں کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مدینہ میں مکانوں کے لیے زمین عطا فرمائی تو حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے لیے ان کے گھر کی جگہ مسجد کے پاس مقرر فرمائی۔

(الطبقات الکبریٰ لابن سعد الجزء الثالث صفحہ ۹۳ ’ابوبکر الصدیق‘ ومن بنی تیم بن مرّۃ بن کعب۔ داراحیاء التراث العربی بیروت ۱۹۹۶ء)

حضرت ابوبکرؓ کی مؤاخات

کے بارے میں روایات ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابوبکرؓ اور حضرت خارجہ بن زیدؓ کے درمیان مؤاخات قائم فرمائی تھی۔

(الاصابة فی معرفة الصحابة جلد ۲ صفحہ ۱۹۰، خارجہ بن زید، دار الکتب العلمیة بیروت ۲۰۰۵ء)

ایک روایت میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابوبکرؓ اور حضرت عمرؓ کے درمیان عقدِ مؤاخات قائم فرمایا۔

(الطبقات الکبریٰ لابن سعد الجزء الثالث صفحہ ۹۳ ’ابوبکر الصدیق‘ ومن بنی تیم بن مرّۃ بن کعب۔ داراحیاء التراث العربی بیروت ۱۹۹۶ء)

حضرت عمرؓ کے ساتھ مؤاخات مکہ میں ہوئی تھی۔

اس کے بارے میں روایت آتی ہے کہ حضرت عمرؓ کے ساتھ جو مؤاخات کی روایت ملتی ہے یہ مؤاخات مکہ میں ہوئی تھی۔ جیسا کہ علامہ ابن عساکر لکھتے ہیں کہ مکہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابو بکر صدیقؓ اور حضرت عمر بن خطابؓ کے درمیان مؤاخات قائم فرمائی۔ پھر جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ تشریف لائے تو آپؐ نے وہ مؤاخات منسوخ فرما دی سوائے دو مؤاخات کے۔ وہ دو مؤاخات قائم رہیں جن میں سے ایک آپ کے اور حضرت علیؓ کے درمیان تھی اور دوسری حضرت حمزہؓ اور حضرت زید بن حارثہؓ کے درمیان تھی۔

(تاریخ دمشق الکبیر لابن عساکر جلد ۱۶ جزء ۳۲ صفحہ ۶۳ عبد اللہ بن عثمان بن قحافہ۔ دار احیاء التراث العربی بیروت ۲۰۰۱ء)

مؤاخات کب ہوئی؟

اس بارے میں تاریخ میں یہ ذکر ملتا ہے کہ مؤاخات دو مرتبہ ہوئی۔ چنانچہ صحیح بخاری کے شارح علامہ قَسْطَلَانِی بیان کرتے ہیں کہ مؤاخات دو مرتبہ ہوئی؛ پہلی مرتبہ ہجرت سے قبل مکہ میں مسلمانوں کے درمیان ہوئی جس میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابو بکرؓ اور حضرت عمرؓ کے درمیان اور حضرت حمزہؓ اور حضرت زید بن حارثہؓ کے درمیان، حضرت عثمانؓ اور حضرت عبد الرحمٰن بن عوفؓ کے درمیان، حضرت زبیرؓ اور حضرت عبد اللہ بن مسعودؓ کے درمیان اور حضرت علیؓ اور اپنے درمیان مؤاخات قائم فرمائی۔ پھر جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ تشریف لائے تو مہاجرین اور انصار کے درمیان حضرت انس بن مالکؓ کے گھر میں مؤاخات قائم فرمائی۔ ابن سعد بیان کرتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے سو صحابہ کے درمیان مؤاخات قائم فرمائی یعنی پچاس مہاجرین اور پچاس انصار کے درمیان۔

(ماخوذ از ارشاد الساری شرح صحیح بخاری جزء ۷ صفحہ ۱۳۳ حدیث نمبر ۳۹۳۷ دار الفکر ۲۰۱۰ء)

غزوۂ بدر اور حضرت ابو بکرؓ

اس بارے میں ذکر ملتا ہے کہ غزوۂ بدر رمضان 2/ ہجری مطابق مارچ 623ء میں ہوئی۔

(سیرت خاتم النبیینؐ صفحہ 349)

غزوۂ بدر کے لیے روانگی کے وقت صحابہ کے پاس ستر اونٹ تھے اس لیے ایک ایک اونٹ تین تین آدمیوں کے لیے مقرر کیا اور ہر ایک باری باری سوار ہوتا تھا۔ حضرت ابو بکرؓ اور حضرت عمرؓ اور حضرت عبد الرحمٰن بن عوفؓ ایک اونٹ پر باری باری سوار ہوتے تھے۔

(ماخوذ از السیرۃ الحلبیہ باب ذکر مغازیہ جلد ۲ صفحہ ۲۰۴ دار الکتب العلمیۃ بیروت ۲۰۰۲ء)

بدر کے لیے جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے روانگی فرمائی

تو اس کے ذکر میں آتا ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم ابوسفیان کے قافلے کی روک تھام کے لیے مدینہ سے نکلے جو شام کی طرف سے آ رہا تھا۔ جب مسلمانوں کا قافلہ ذَفِرَان کی وادی میں پہنچا، یہ مدینہ کے نواح میں صَفْرَاء کے قریب ایک وادی ہے تو آپؐ کو قریش کے بارے میں خبر ملی کہ وہ اپنے تجارتی قافلہ کو بچانے کے لیے نکل پڑے ہیں۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کرام سے مشورہ طلب کیا اور ان کو یہ خبر دی کہ مکہ سے ایک لشکر انتہائی تیز رفتاری سے نکل پڑا ہے اس بارے میں تم کیا کہتے ہو؟ کیا لشکر کے مقابلہ میں تجارتی قافلہ تم کو زیادہ پسند ہے؟ انہوں نے کہا کیوں نہیں۔ یعنی ایک گروہ نے کہا ہم دشمن کے مقابلہ میں تجارتی قافلے کو زیادہ پسند کرتے ہیں۔ ایک روایت میں ذکر ملتا ہے کہ ایک گروہ نے کہا کہ آپؐ نے ہم سے جنگ کا ذکر کیوں نہ کیا تا کہ ہم اس کی تیاری کر لیتے۔ ہم تو تجارتی قافلے کے لیے نکلے ہیں۔ ایک روایت میں آتا ہے کہ انہوں نے کہا اے اللہ کے رسولؐ! آپ کو تجارتی قافلے کی طرف ہی جانا چاہیے اور آپؐ دشمن کو چھوڑ دیں۔ اس پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے چہرۂ مبارک کا رنگ متغیر ہو گیا۔ حضرت ابو ایوبؓ بیان کرتے ہیں کہ اس آیت کے نزول کا سبب یہی واقعہ ہے کہ کَمَاۤ اَخۡرَجَکَ رَبُّکَ مِنۡۢ بَیۡتِکَ بِالۡحَقِّ ۪ وَ اِنَّ فَرِیۡقًا مِّنَ الۡمُؤۡمِنِیۡنَ لَکٰرِہُوۡنَ (الانفال:6) کہ جیسے تیرے رب نے تجھے حق کے ساتھ تیرے گھر سے نکالا تھا حالانکہ مومنوں میں سے ایک گروہ اسے یقیناً ناپسند کرتا تھا۔ اس پر حضرت ابو بکرؓ کھڑے ہو گئے اور گفتگو کی اور بہت عمدہ گفتگو کی۔ پھر حضرت عمرؓ کھڑے ہوئے اور گفتگو کی اور بہت عمدہ گفتگو کی۔ پھر حضرت مقدادؓ کھڑے ہوئے اور عرض کیا یا رسول اللہؐ! جس کا اللہ نے آپؐ کو حکم دیا ہے اسی طرف چلیے۔ ہم آپؐ کے ساتھ ہیں۔ اللہ کی قسم! ہم آپؐ سے یہ نہ کہیں گے جیسا کہ بنی اسرائیل نے موسیٰ سے کہا تھا کہ فَاذۡہَبۡ اَنۡتَ وَ رَبُّکَ فَقَاتِلَاۤ اِنَّا ہٰہُنَا قٰعِدُوۡنَ (المائدہ:25) پس جا تُو اور تیرا رب دونوں لڑو ہم تو یہیں بیٹھے رہیں گے۔ انہوں نے کہا کہ

ہم لوگ آپؐ کے ساتھ مل کر قتال کریں گے جب تک ہم میں جان ہے۔ اللہ کی قسم! جس نے آپؐ کو حق کے ساتھ نبی بنا کر مبعوث فرمایا ہے اگر آپؐ ہمیں برک الغماد بھی لے کر چلیں تو ہم آپؐ کے ہمراہ تلواروں سے لڑائی کرتے ہوئے چلتے چلے جائیں گے یہاں تک کہ ہم وہاں پہنچ جائیں۔

برک الغماد مکہ سے پانچ رات کی مسافت پر ایک شہر ہے جو سمندر سے متصل ہے۔ بہرحال حضرت عبد اللہ بن مسعودؓ بیان کرتے ہیں کہ مَیں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے چہرۂ مبارک کو دیکھا، وہ اس بات پر چمک اٹھا اور آپؐ اس بات پر بہت زیادہ مسرور ہوئے۔

(السیرۃ الحلبیہ باب ذکر مغازیہ جلد ۲ صفحہ ۲۰۵-۲۰۶ دار الکتب العلمیۃ بیروت ۲۰۰۲ء)

(معجم البلدان جلد اول صفحہ ۴۷۵ دار الکتب العلمیۃ بیروت)

پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ذَفِرَان سے روانہ ہوئے اور بدر کے قریب پڑاؤ کیا۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپؐ کے اصحاب میں سے ایک شخص سوار ہوا۔ ابن ہشام کے مطابق وہ حضرت ابو بکرؓ تھے۔ ایک دوسری روایت کے مطابق حضرت ابو بکرؓ کی بجائے حضرت قَتَادہ بن نُعمانؓ یا حضرت مُعاذ بن جَبَلؓ تھے، یہاں تک کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم عرب کے ایک بوڑھے شخص کے پاس رکے اور اس سے قریش کے متعلق اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور اس کے ساتھیوں کے بارے میں دریافت کیا اور یہ کہ ان کے بارے میں کیا خبر ہے؟

(السیرۃ النبویۃ لابن ھشام صفحہ ۴۲۱، غزوۃ بدر الکبریٰ، ذکر الرسولؐ وابوبکر یتعرفان اخبار قریش، دار الکتب العلمیۃ بیروت ۲۰۰۱ء)

(السیرۃ الحلبیۃ جلد ۲ صفحہ ۲۰۷، ذکر مغازیہ۔ دار الکتب العلمیۃ بیروت ۲۰۰۲ء)

جب میدانِ بدر میں جمع ہو گئے تو وہاں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے ایک سائبان بنایا گیا تھا۔ اس کی تیاری کے بارے میں لکھا ہے ’’سعد بن معاذ رئیس اوس کی تجویز سے صحابہ نے میدان کے ایک حصہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے واسطے ایک سائبان سا تیار کر دیا اور سعدؓ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی سواری سائبان کے پاس باندھ کر عرض کیا کہ یا رسول اللہؐ! آپؐ اس سائبان میں تشریف رکھیں اور ہم اللہ کا نام لے کر دشمن کا مقابلہ کرتے ہیں… اور سعدؓ اور بعض دوسرے انصار اس کے گرد پہرہ دینے کے لئے کھڑے ہو گئے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابو بکرؓ نے اسی سائبان میں رات بسر کی۔‘‘ ایک روایت میں ذکر ہے کہ حضرت ابو بکرؓ سائبان میں ننگی تلوار سونت کر آپؐ کے پاس حفاظت کے لئے کھڑے رہے ’’اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے رات بھر خدا کے حضور گریہ و زاری سے دعائیں کیں اور لکھا ہے کہ سارے لشکر میں صرف آپؐ ہی تھے جو رات بھر جاگے۔ باقی سب لوگ باری باری اپنی نیند سو لئے۔‘‘

(سیرت خاتم النبیین ﷺ صفحہ 357)

(سبل الھدیٰ جلد ۱۱ صفحہ ۳۹۸ دار الکتب العلمیۃ بیروت ۱۹۹۳ء)

حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی بہادری

کے بارے میں حضرت علیؓ سے ایک روایت ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ انہوں نے صحابہ کے ایک گروہ سے پوچھا کہ مجھے لوگوں میں سے سب سے زیادہ بہادر شخص کے متعلق بتاؤ۔ حضرت علیؓ نے پوچھا تو لوگوں نے جواب دیا کہ آپؓ یعنی حضرت علیؓ۔ حضرت علیؓ نے فرمایا: لوگوں میں سب سے زیادہ بہادر حضرت ابو بکرؓ ہیں۔ جب بدر کا دن تھا ہم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے سائبان تیار کیا۔ پھر ہم نے کہا کہ کون ہے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ رہے تا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم تک کوئی مشرک نہ پہنچ پائے تو اللہ کی قسم! ہم میں سے کوئی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے قریب نہ گیا مگر حضرت ابو بکرؓ تلوار کو سونتے ہوئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سر کے پاس کھڑے ہو گئے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس کوئی مشرک نہیں پہنچے گا مگر پہلے وہ ابو بکرؓ سے مقابلہ کرے گا۔

(السیرۃ الحلبیہ جلد ۲ صفحہ ۲۱۴ باب ذکر مغازیہ ﷺ دار الکتب العلمیۃ بیروت ۲۰۰۲ء)

اس ضمن میں حضرت مصلح موعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ ’’حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ایک دفعہ فرمایا کہ صحابہؓ میں سب سے زیادہ بہادر اور دلیر حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ تھے اور پھر انہوں نے کہا کہ جنگِ

بدر میں جب رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے ایک علیحدہ چبوترہ بنایا گیا تو اس وقت سوال پیدا ہوا کہ آج رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی حفاظت کا کام کس کے سپرد کیا جائے۔ اس پر حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ فوراً ننگی تلوار لے کر کھڑے ہو گئے اور انہوں نے اس انتہائی خطرہ کے موقع پر نہایت دلیری کے ساتھ آپؐ کی حفاظت کا فرض سرانجام دیا۔‘‘

(تفسیر کبیر جلد 7 صفحہ 364-365)

حضرت ابن عباسؓ نے بیان کیا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اور آپؐ بدر کے دن ایک بڑے خیمے میں تھے کہ اَللّٰھُمَّ اِنِّیۡۤ اَنۡشُدُكَ عَھۡدَكَ وَوَعۡدَكَ، اَللّٰھُمَّ اِنۡ شِئۡتَ لَمۡ تُعۡبَدۡ بَعۡدَ الۡیَوۡمِ کہ اے میرے اللہ! مَیں تجھے تیرے ہی عہد اور تیرے ہی وعدے کی قسم دیتا ہوں۔ اے میرے ربّ! اگر تُو ہی مسلمانوں کی تباہی چاہتا ہے تو آج کے بعد تیری عبادت کرنے والا کوئی نہ رہے گا۔ اتنے میں حضرت ابو بکرؓ نے آپؐ کا ہاتھ پکڑ لیا اور انہوں نے کہا یا رسول اللہؐ! بس کیجیے۔ آپؐ نے اپنے ربّ سے دعا مانگنے میں بہت اصرار کر لیا ہے اور آپ زرہ پہنے ہوئے تھے۔ آپؐ خیمہ سے نکلے اور آپؐ یہ پڑھ رہے تھے سَیُھۡزَمُ الۡجَمۡعُ وَیُوَلُّوۡنَ الدُّبُرَ۔ بَلِ السَّاعَۃُ مَوۡعِدُھُمۡ وَالسَّاعَۃُ اَدۡھٰی وَاَمَرُّ (القمر: 46-47) عنقریب یہ سب کے سب شکست کھا جائیں گے اور پیٹھ پھیر دیں گے اور یہی وہ گھڑی ہے جس سے ڈرائے گئے تھے اور یہ گھڑی نہایت سخت اور نہایت تلخ ہے۔

(صحیح بخاری کتاب الجہاد و السیر باب ما قیل فی درع النبی صلی اللہ علیہ وسلم و القمیص فی الحرب حدیث: ۲۹۱۵)

حضرت عبد اللہ بن عباسؓ کہتے ہیں کہ حضرت عمر بن خطابؓ نے مجھ سے بیان کیا کہ بدر والے دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مشرکوں کو دیکھا وہ ایک ہزار تھے اور آپؐ کے صحابہ تین سو انیس تھے۔ اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے قبلہ کی طرف منہ کیا۔ پھر اپنے دونوں ہاتھ پھیلائے اور اپنے رب کو بلند آواز سے پکارتے رہے۔ اَللّٰھُمَّ اَنۡجِزۡلِیۡ مَا وَعَدۡتَّنِیۡ اَللّٰھُمَّ اٰتِ مَا وَعَدۡتَّنِیۡ اَللّٰھُمَّ اِنۡ تُھۡلِكۡ ھٰذِہِ الۡعِصَابَۃَ مِنۡ اَھۡلِ الۡاِسۡلَامِ لَا تُعۡبَدۡ فِی الۡاَرۡضِ یعنی اے اللہ! جو تُو نے میرے ساتھ وعدہ کیا ہے اسے پورا فرما۔ اے اللہ! جو تُو نے مجھ سے وعدہ کیا ہے وہ مجھے عطا فرما۔ اے اللہ! اگر تُو نے مسلمانوں کا یہ گروہ ہلاک کر دیا تو زمین پر تیری عبادت نہیں کی جائے گی۔ قبلے کی طرف منہ کیے دونوں ہاتھ پھیلائے آپؐ مسلسل اپنے رب کو بلند آواز سے پکارتے رہے یہاں تک کہ آپؐ کی چادر آپؐ کے کندھوں سے گر گئی۔ حضرت ابو بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ آپؐ کے پاس آئے اور آپؐ کی چادر اٹھائی اور آپؐ کے کندھوں پر ڈال دی۔ پھر آپ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو پیچھے سے چمٹ گئے اور عرض کیا، اے اللہ کے نبیؐ! آپؐ کی اپنے رب کے حضور الحاح سے بھری ہوئی دعا آپؐ کے لیے کافی ہے۔ وہ آپؐ سے کیے گئے وعدے ضرور پورے فرمائے گا۔ اس پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی اِذۡ تَسۡتَغِیۡثُوۡنَ رَبَّکُمۡ فَاسۡتَجَابَ لَکُمۡ اَنِّیۡ مُمِدُّکُمۡ بِاَلۡفٍ مِّنَ الۡمَلٰٓئِکَۃِ مُرۡدِفِیۡنَ (الانفال: 10) یاد کرو جب تم اپنے رب سے فریاد کر رہے تھے اس نے تمہاری التجا کو قبول کر لیا اس وعدے کے ساتھ کہ میں ضرور ایک ہزار قطار در قطار فرشتوں سے تمہاری مدد کروں گا۔ پس اللہ نے ملائکہ کے ساتھ آپ کی مدد فرمائی۔

(صحیح مسلم کتاب الجہاد و السیر باب الامداد بالملائکۃ فی غزوۃ بدر و اباحۃ الغنائم حدیث نمبر ۴۵۸۸)

حضرت مرزا بشیر احمد صاحبؓ نے بدر کے واقعہ کا ذکر کرتے ہوئے یہ تفصیل اس طرح بیان فرمائی ہے۔ لکھتے ہیں کہ ’’آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ سے مخاطب ہو کر یہ بھی فرمایا کہ لشکر کفار میں بعض ایسے لوگ بھی شامل ہیں جو اپنے دل کی خوشی سے اس مہم میں شامل نہیں ہوئے بلکہ رؤساءِ قریش کے دباؤ کی وجہ سے شامل ہو گئے ہیں ورنہ وہ دل میں ہمارے مخالف نہیں۔ اسی طرح بعض ایسے لوگ بھی اس لشکر میں شامل ہیں جنہوں نے مکہ میں ہماری مصیبت کے وقت میں ہم سے شریفانہ سلوک کیا تھا اور ہمارا فرض ہے کہ ان کے احسان کا بدلہ اتاریں۔ پس اگر کسی ایسے شخص پر کوئی مسلمان غلبہ پائے تو اسے کسی قسم کی تکلیف نہ پہنچائے اور آپؐ نے خصوصیت کے ساتھ قسم اوّل میں عباس بن عبد المطلب اور قسم ثانی میں اَبُوالۡبَخۡتَرِی کا نام لیا اور ان کے قتل سے منع فرمایا مگر حالات نے کچھ ایسی ناگریز صورت اختیار کی کہ اَبُوالۡبَخۡتَرِی قتل سے بچ نہ سکا گو اسے مرنے سے قبل اس بات کا علم ہو گیا تھا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے قتل سے منع فرمایا ہے۔‘‘ صحابہ سے یہ فرمانے کے بعد ’’... آپؐ سائبان میں جا کر پھر دعا میں مشغول ہو گئے۔ حضرت ابو بکرؓ بھی ساتھ تھے اور سائبان کے ارد گرد انصار کی ایک جماعت سعد بن معاذؓ کی زیر کمان پہرہ پر متعین تھی۔ تھوڑی دیر کے بعد میدان میں سے ایک شور بلند ہوا اور معلوم ہوا کہ قریش کے لشکر نے عام حملہ کر دیا ہے۔ اس وقت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نہایت رقت کی حالت میں خدا کے سامنے ہاتھ پھیلائے ہوئے دعائیں کر رہے تھے اور نہایت اضطراب کی حالت میں فرماتے تھے کہ اَللّٰھُمَّ اِنِّیۡۤ اَنۡشُدُكَ عَھۡدَكَ وَوَعۡدَكَ اَللّٰھُمَّ اِنۡ تُھۡلِكۡ ھٰذِہِ الۡعِصَابَۃَ مِنۡ اَھۡلِ الۡاِسۡلَامِ لَا تُعۡبَدۡ فِی الۡاَرۡضِ۔ اے میرے خدا! اپنے وعدوں کو پورا کر۔ اے میرے مالک! اگر مسلمانوں کی یہ جماعت آج اس میدان میں ہلاک ہو گئی تو دنیا میں تجھے پوجنے والا کوئی نہیں رہے گا۔ اور اس وقت آپؐ اس قدر کرب کی حالت میں تھے کہ کبھی آپؐ سجدہ میں گر جاتے تھے اور کبھی کھڑے ہو کر خدا کو پکارتے اور آپؐ کی چادر آپؐ کے کندھوں سے گر گر پڑتی تھی اور حضرت ابو بکرؓ اسے اٹھا اٹھا کر آپؐ پر ڈال دیتے تھے۔ حضرت علیؓ کہتے ہیں کہ مجھے لڑتے ہوئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا خیال آتا تھا تو مَیں آپؐ کے سائبان کی طرف بھاگا جاتا تھا لیکن جب بھی مَیں گیا مَیں نے آپؐ کو سجدہ میں گڑگڑاتے ہوئے پایا اور مَیں نے سنا کہ آپؐ کی زبان پر یہ الفاظ جاری تھے کہ یَاحَیُّ یَاقَیُّوۡمُ، یَاحَیُّ یَاقَیُّوۡمُ۔ یعنی اے میرے زندہ خدا! اے میرے زندگی بخش آقا! حضرت ابو بکرؓ آپؐ کی اس حالت کو دیکھ کر بے چین ہوئے جاتے تھے اور کبھی کبھی بے ساختہ عرض کرتے تھے یا رسول اللہؐ! میرے ماں باپ آپؐ پر فدا ہوں۔ آپؐ گھبرائیں نہیں۔ اللہ اپنے وعدے ضرور پورے کرے گا۔ مگر اس سچے مقولہ کے مطابق کہ ’ہر کہ عارف تر است ترساں تر‘۔‘‘ یعنی ہر کوئی جتنی معرفت رکھتا ہے اتنا ہی وہ ڈرتا ہے۔ ’’آپؐ برابر دعا اور گریہ وزاری میں مصروف رہے۔‘‘

(سیرت خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم صفحہ 360-361)

حضرت مصلح موعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ ’’بدر کے موقع پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے جو ظہور میں آیا وہ بھی چشم بصیرت رکھنے والوں کی آنکھوں کو خیرہ کرنے کے لئے کافی ہے اور اس سے معلوم ہوتا ہے کہ آپؐ کے دل میں اللہ تعالیٰ کا کس قدر خوف تھا۔ جنگِ بدر کے موقع پر جبکہ دشمن کے مقابلہ میں آپؐ اپنے جاں نثار بہادروں کو لے کر پڑے ہوئے تھے۔ تائیدِ الٰہی کے آثار ظاہر تھے۔ کفار نے اپنے قدم جمانے کے لئے پختہ زمین پر ڈیرے لگائے تھے اور مسلمانوں کے لئے ریت کی جگہ چھوڑی تھی لیکن خدا نے بارش بھیج کر کفار کے خیمہ گاہ میں کیچڑ ہی کیچڑ کر دیا اور مسلمانوں کی جائے قیام مضبوط ہو گئی۔ اسی طرح اَور بھی تائیداتِ سماوی ظاہر ہو رہی تھیں لیکن باوجود اس کے اللہ تعالیٰ کا خوف آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے دل پر ایسا غالب تھا کہ سب وعدوں اور نشانات کے باوجود اس کے غنا کو دیکھ کر گھبراتے تھے اور بے تاب ہو کر اس کے حضور میں دعا فرماتے تھے کہ مسلمانوں کو فتح دے۔ چنانچہ حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ... نبی کریمؐ جنگ بدر میں گول خیمہ میں تھے اور فرماتے تھے کہ

اے میرے خدا! مَیں تجھے تیرے عہد اور وعدے یاد دلاتا ہوں اور ان کے ایفاء کا طالب ہوں۔ اے میرے رب! اگر تُو ہی (مسلمانوں کی تباہی) چاہتا ہے تو آج کے بعد تیری عبادت کرنے والا کوئی نہ رہے گا۔

اس پر حضرت ابو بکرؓ نے آپؐ کا ہاتھ پکڑ لیا اور عرض کیا کہ یا رسول اللہؐ! بس کیجئے۔ آپؐ نے تو اپنے رب سے دعا کرنے میں حد کر دی۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس وقت زرہ پہنی ہوئی تھی۔ آپؐ خیمہ سے باہر نکل آئے اور فرمایا کہ ابھی ان لشکروں کو شکست ہو جائے گی اور وہ پیٹھ پھیر کر بھاگ جائیں گے بلکہ یہ وقت ان کے انجام کا وقت ہے اور یہ وقت ان لوگوں کے لئے نہایت سخت اور کڑوا ہے۔ اللہ اللہ! خوف خدا کا ایسا تھا کہ باوجود وعدوں کے اس کے غناء کا خیال تھا لیکن یقین بھی ایسا تھا کہ جب حضرت ابو بکرؓ نے عرض کی تو باآواز بلند سنا دیا کہ مَیں ڈرتا نہیں بلکہ خدا کی طرف سے مجھے علم ہو چکا ہے کہ دشمن شکست کھا کر ذلیل و خوار ہو گا اور ائمۃ الکفر یہیں مارے جائیں گے چنانچہ ایسا ہی ہوا۔‘‘

(سیرۃ النبی صلی اللہ علیہ وسلم، انوار العلوم جلد 1 صفحہ 466-467)

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں: ’’قرآن شریف میں بار بار آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو کافروں پر فتح پانے کا وعدہ دیا گیا تھا مگر جب بدر کی لڑائی شروع ہوئی جو اسلام کی پہلی لڑائی تھی تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے رونا اور دعا کرنا شروع کیا اور دعا کرتے کرتے یہ الفاظ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے منہ سے نکلے اَللّٰھُمَّ اِنۡ اَھۡلَکۡتَ ھٰذِہِ الۡعِصَابَۃَ فَلَنۡ تُعۡبَدَ فِی الۡاَرۡضِ اَبَدًا یعنی اے میرے خدا! اگر آج تُو نے اس جماعت کو (جو صرف تین سو تیرہ آدمی تھے) ہلاک کر دیا تو پھر قیامت تک کوئی تیری بندگی نہیں کرے گا۔ ان الفاظ کو جب حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے منہ سے سنا تو عرض کی یا رسول اللہ! صلی اللہ علیہ وسلم آپؐ اس قدر بے قرار کیوں ہوتے ہیں؟ خدا تعالیٰ نے تو آپؐ کو پختہ

وعدہ دے رکھا ہے کہ مَیں فتح دوں گا۔ آپؐ نے فرمایا کہ یہ سچ ہے مگر اس کی بے نیازی پر میری نظر ہے یعنی کسی وعدہ کا پورا کرنا خدا تعالیٰ پر حق واجب نہیں ہے۔‘‘

(براہین احمدیہ حصہ پنجم، روحانی خزائن جلد21 صفحہ 255-256)

جب گھمسان کی جنگ شروع ہوگئی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سائباں سے نیچے تشریف لائے اور لوگوں کو قتال پر ابھارا۔ لوگ اپنی صفوں میں اللہ کا ذکر کر رہے تھے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے بذاتِ خود خوب قتال کیا اور آپؐ کے پہلو بہ پہلو حضرت ابوبکر صدیقؓ قتال کرتے رہے۔

حضرت ابوبکرؓ کی بے نظیر شجاعت

سامنے آئی۔ آپؓ ہر سرکش کافر سے لڑنے کے لیے تیار تھے اگرچہ آپؓ کا بیٹا ہی کیوں نہ ہو۔ اس معرکے میں آپؓ کے بیٹے عبدالرحمٰن کفار کی جانب سے لڑنے کے لیے آئے تھے اور عرب میں سب سے بڑے بہادروں میں سے ایک سمجھے جاتے تھے اور قریش میں تیراندازی میں سب سے بڑے ماہر تھے۔ جب انہوں نے اسلام قبول کیا تو اپنے والد حضرت ابوبکرؓ سے عرض کیا: بدر کے دن آپ میرے سامنے واضح نشان و ہدف پر تھے لیکن میں آپؓ سے ہٹ گیا اور آپؓ کو قتل نہ کیا تو حضرت ابوبکرؓ نے فرمایا اگر تُو میرے نشانے پر ہوتا تو مَیں تجھ سے نہ ہٹتا۔

(سیدنا ابوبکر صدیقؓ شخصیت اور کارنامے از علی محمد صلابی، صفحہ 108-109 مکتبہ الفرقان پاکستان)

اس کا ذکر کرتے ہوئے حضرت مصلح موعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ ’’حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ ایک دفعہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ کھانے میں شریک تھے کہ مختلف امور پر باتیں شروع ہو گئیں۔ حضرت عبدالرحمٰن جو حضرت ابوبکر رضی اللہ کے بڑے بیٹے تھے اور جو بعد میں مسلمان ہوئے بدر یا احد کی جنگ میں کفار کی طرف سے لڑائی میں شریک ہوئے تھے۔ انہوں نے کھانا کھاتے ہوئے باتوں باتوں میں کہا کہ اباجان اس جنگ میں جب فلاں جگہ سے آپؓ گذرے تھے تو اس وقت میں ایک پتھر کے پیچھے چھپا بیٹھا تھا اور میں اگر چاہتا تو حملہ کر کے آپؓ کو ہلاک کرسکتا تھا مگر میں نے کہا اپنے باپ کو کیا مارنا ہے۔ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے جواب دیا

خدا نے تجھے ایمان نصیب کرنا تھا اس لئے تُو بچ گیا ورنہ خدا کی قسم! اگر مَیں تجھے دیکھ لیتا تو ضرور مار ڈالتا۔‘‘

(تفسیر کبیر جلد نہم صفحہ 588)

آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کا غزوۂ بدر کے قیدیوں کے متعلق مشورہ اور اس میں حضرت ابوبکرؓ کی رائے

کیا تھی؟ اور اس کے بعد حضرت ابوبکرؓ کی رائے کے مطابق ہی عمل کیا گیا۔ اس بارے میں حضرت مرزا بشیر احمد صاحبؓ لکھتے ہیں کہ ’’مدینہ پہنچ کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے قیدیوں کے متعلق مشورہ کیا کہ ان کے متعلق کیا کرنا چاہئے۔ عرب میں بالعموم قیدیوں کو قتل کر دینے یا مستقل طور پر غلام بنا لینے کا دستور تھا مگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی طبیعت پر یہ بات سخت ناگوار گزرتی تھی اور پھر ابھی تک اس بارہ میں کوئی الٰہی احکام بھی نازل نہیں ہوئے تھے۔ حضرت ابوبکرؓ نے عرض کیا کہ میری رائے میں تو ان کو فدیہ لے کر چھوڑ دینا چاہئے کیونکہ آخر یہ لوگ اپنے ہی بھائی بند ہیں اور کیا تعجب کہ کل کو انہی میں سے فدایانِ اسلام پیدا ہو جائیں۔ مگر حضرت عمرؓ نے اس رائے کی مخالفت کی اور کہا کہ دین کے معاملہ میں رشتہ داری کا کوئی پاس نہیں ہونا چاہیے اور یہ لوگ اپنے افعال سے قتل کے مستحق ہو چکے ہیں۔ پس میری رائے میں ان سب کو قتل کر دینا چاہئے بلکہ حکم دیا جاوے کہ مسلمان خود اپنے ہاتھ سے اپنے اپنے رشتہ داروں کو قتل کریں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے فطری رحم سے متاثر ہو کر حضرت ابوبکرؓ کی رائے کو پسند فرمایا اور قتل کے خلاف فیصلہ کیا اور حکم دیا کہ جو مشرکین اپنا فدیہ وغیرہ ادا کر دیں انہیں چھوڑ دیا جاوے۔ چنانچہ بعد میں اسی کے مطابق الٰہی حکم نازل ہوا۔‘‘

(سیرت خاتم النبیین ﷺ صفحہ 367-368)

مدینہ میں ایک دفعہ حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور دوسرے صحابہ بیمار ہو گئے۔

اس بارے میں حضرت عائشہؓ کی ایک روایت ہے۔ آپؓ بیان کرتی ہیں کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ تشریف لائے تو حضرت ابوبکرؓ اور حضرت بلالؓ کو بخار ہو گیا۔ کہتی تھیں میں ان دونوں کے پاس گئی اور پوچھا۔ ابا! آپؓ اپنے تئیں کیسا پاتے ہیں؟ اور بلال تم اپنے آپ کو کیسا پاتے ہو؟ آپؓ کہتی ہیں کہ جب حضرت ابوبکرؓ کو بخار ہوتا تو یہ شعر پڑھتے

كُلُّ امْرِئٍ مُصَبَّحٌ فِي أَهْلِهِ
وَالْمَوْتُ أَدْنٰى مِنْ شِرَاكِ نَعْلِهِ

ہر شخص جو اپنے گھر والوں میں صبح کو اٹھتا ہے تو اسے سلامتی کی دعائیں دی جاتی ہیں اور حالت یہ ہے کہ موت اس کی جوتی کے تسمہ سے نزدیک تر ہوتی ہے۔ اور حضرت بلالؓ جب ان کا بخار اتر جاتا تو بلند آواز سے رو کر بعض شعر پڑھتے تھے جس میں مکہ کی ارد گرد کی آبادیوں کا ذکر ہوتا اور اس کو یاد کر رہے ہوتے۔ حضرت عائشہؓ کہتی ہیں کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئی اور سارا احوال آپؐ سے بیان کیا۔ یعنی حضرت ابوبکرؓ نے کیا کہا اور حضرت بلالؓ کیا کہتے ہیں۔ اس پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دعا کی کہ اے اللہ! مدینہ بھی ہمیں ایسا ہی پیارا بنا دے جیسا کہ ہمیں مکہ پیارا ہے یا اس سے بھی بڑھ کر اور اس کو صحت بخش مقام بنا اور ہمارے لیے اس کے صاع میں اور مُد میں برکت دے۔ یہ مُد اور صاع وزن کے پیمانے ہیں اور اس کے بخار کو یہاں سے لے جا کر جُحْفَہ کی طرف منتقل کر دے۔ جُحْفَہ مکہ سے مدینہ کی جانب بیاسی میل کے فاصلہ پر ایک جگہ ہے۔

(صحیح البخاری کتاب مناقب الانصار باب مَقْدَمُ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَأَصْحَابِهِ الْمَدِينَةَ، حدیث:۳۹۲۶)
(شَرْحُ الزَّرْقَانِي جلد ۲ صفحہ ۱۷۲ دار الکتب العلمیۃ بیروت ۱۹۹۶ء)

غزوۂ احد کے بارے میں روایات ہیں

کہ یہ غزوہ شوال تین ہجری بمطابق 624ء میں مسلمانوں اور قریش مکہ کے درمیان ہوا۔ تین ہجری کے آخر پر قریش مکہ اور ان کے حلیف قبیلوں پر مشتمل لشکر کے مدینہ پر چڑھائی کی اطلاع ملی۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مسلمانوں کو جمع کر کے قریش کے حملہ کے بارے میں آگاہ کر کے ان سے مشورہ مانگا کہ آیا مدینہ میں ہی رہ کر ان کا مقابلہ کیا جائے یا باہر نکلا جائے۔

(ماخوذ از سیرت خاتم النبیینؐ صفحہ 483-484)

اس بارے میں حضرت مرزا بشیر احمد صاحبؓ نے یوں لکھا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مسلمانوں کو جمع کر کے ان سے قریش کے اس حملہ کے متعلق مشورہ مانگا کہ آیا مدینہ میں ہی ٹھہرا جائے یا باہر نکل کر مقابلہ کیا جاوے۔ مشورہ سے قبل آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے قریش کے حملے اور ان کے خونی ارادوں کا ذکر فرمایا اور فرمایا کہ آج رات مَیں نے خواب میں ایک گائے دیکھی ہے اور نیز مَیں نے دیکھا کہ میری تلوار کا سر ٹوٹ گیا ہے۔ اور پھر میں نے دیکھا کہ وہ گائے ذبح کی جارہی ہے اور میں نے دیکھا کہ میں نے اپنا ہاتھ ایک مضبوط اور محفوظ زرہ کے اندر ڈالا ہے اور ایک روایت میں یہ بھی مذکور ہے کہ آپ نے فرمایا کہ مَیں نے دیکھا ہے کہ ایک مینڈھا ہے جس کی پیٹھ پر میں سوار ہوں۔ صحابہ نے دریافت کیا یا رسول اللہ! آپؐ نے اس خواب کی کیا تعبیر فرمائی ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ گائے کے ذبح ہونے سے تو مَیں یہ سمجھتا ہوں کہ میرے صحابہ میں سے بعض کا شہید ہونا مراد ہے اور میری تلوار کے کنارے کے ٹوٹنے سے میرے عزیزوں میں سے کسی کی شہادت کی طرف اشارہ معلوم ہوتا ہے۔ یا شاید خود مجھے اس مہم میں کوئی تکلیف پہنچے اور زرہ کے اندر ہاتھ ڈالنے سے میں یہ سمجھتا ہوں کہ اس حملہ کے مقابلہ کے لیے ہمارا مدینہ کے اندر ٹھہرنا زیادہ مناسب ہے اور مینڈھے پر سوار ہونے والے خواب کی آپ نے یہ تاویل فرمائی کہ اس سے کفار کے لشکر کا سردار یعنی علمبردار مراد ہے جو ان شاء اللہ مسلمانوں کے ہاتھوں سے مارا جائے گا۔

اس کے بعد آپ نے صحابہ سے مشورہ طلب فرمایا کہ موجودہ صورتحال میں کیا کرنا چاہیے؟ بعض اکابر صحابہ نے حالات کے اونچ نیچ کو سوچ کر اور شاید کسی قدر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے خواب سے متاثر ہو کر یہ رائے دی کہ مدینہ میں ہی ٹھہر کر مقابلہ کرنا مناسب ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی اسی رائے کو پسند فرمایا اور کہا کہ بہتر یہی معلوم ہوتا ہے کہ ہم مدینہ کے اندر رہ کر اس کا مقابلہ کریں لیکن اکثر صحابہ نے خصوصاً نوجوانوں نے، جو بدر کی جنگ میں شامل نہیں ہوئے تھے اور اپنی شہادت سے خدمتِ دین کا موقع حاصل کرنے کے لیے بے تاب تھے، بڑے اصرار کے ساتھ عرض کیا کہ شہر سے باہر نکل کر کھلے میدان میں مقابلہ کرنا چاہیے۔ ان لوگوں نے اس قدر اصرار کے ساتھ اپنی رائے پیش کی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے جوش کو دیکھ کر ان کی بات مان لی اور فیصلہ فرمایا کہ ہم کھلے میدان میں نکل کر کفار کا مقابلہ کریں

گے اور پھر جمعہ کی نماز کے بعد آپؐ نے مسلمانوں میں عام تحریک فرمائی کہ وہ جہاد فی سبیل اللہ کی غرض سے اس غزوہ میں شامل ہو کر ثواب حاصل کریں۔ اس کے بعد آپؐ اندرونِ خانہ تشریف لے گئے جہاں حضرت ابوبکرؓ اور حضرت عمرؓ کی مدد سے آپؐ نے عمامہ باندھا اور لباس پہنا اور پھر ہتھیار لگا کر اللہ کا نام لیتے ہوئے باہر تشریف لے آئے لیکن اتنے عرصہ میں یہ جو نوجوان تھے ان کو بعض صحابہ کے کہنے پر اپنی غلطی کا احساس ہوا کہ انہیں رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی رائے کے مقابلہ میں اپنی رائے پر اصرار نہیں کرنا چاہیے تھا۔ جب یہ احساس ان کو ہوا تو اکثر ان میں سے پشیمانی کی طرف مائل تھے۔ جب ان لوگوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو ہتھیار لگائے اور دوہری زرہ اور خود وغیرہ پہنے ہوئے تشریف لاتے دیکھا تو ان کی ندامت اَور بھی زیادہ ہوگئی اور انہوں نے قریباً یک زبان ہو کر عرض کیا کہ یارسول اللہؐ! ہم سے غلطی ہوگئی کہ ہم نے آپؐ کی رائے کے مقابلہ میں اپنی رائے پر اصرار کیا۔ آپؐ جس طرح مناسب خیال فرماتے ہیں اسی طرح کارروائی فرمائیں۔ ان شاءاللہ اسی میں برکت ہوگی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

خدا کے نبی کی شان سے یہ بعید ہے کہ وہ ہتھیار لگا کر پھر اسے اتار دے قبل اس کے کہ خدا کوئی فیصلہ کرے۔ پس اب اللہ کا نام لے کر چلو اور اگر تم نے صبر سے کام لیا تو یقین رکھو کہ اللہ تعالیٰ کی نصرت تمہارے ساتھ ہوگی۔

(ماخوذ از سیرت خاتم النبیینؐ صفحہ 484تا486)

غزوۂ احد میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی تلوار ہاتھ میں لے کر فرمایا کہ کون ہے جو اس کا حق ادا کرے؟ اس موقع پر جن اصحاب نے اس خواہش کا اظہار کیا کہ وہ تلوار ان کو عنایت کی جائے ان میں حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی شامل تھے۔

(شرح زرقانی علی المواھب اللدنیہ جلد ۲ صفحہ ۴۰۴ غزوۃ احد دارالکتب العلمیۃ بیروت ۱۹۹۶ء)

سیرت خاتم النبیین میں حضرت مرزا بشیر احمد صاحبؓ نے اس کا ذکر یوں فرمایا ہے کہ ’’آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی تلوار ہاتھ میں لے کر فرمایا کون ہے جو اسے لے کر اس کا حق ادا کرے۔ بہت سے صحابہ نے اس فخر کی خواہش میں اپنے ہاتھ پھیلائے۔ جن میں حضرت عمرؓ اور زبیرؓ بلکہ روایات کی رو سے حضرت ابوبکرؓ وحضرت علیؓ بھی شامل تھے۔ مگر آپؐ نے اپنا ہاتھ روکے رکھا اور یہی فرماتے گئے۔ کوئی ہے جو اس کا حق ادا کرے؟ آخر اَبُودُجانہ انصاریؓ نے اپنا ہاتھ آگے بڑھایا اور عرض کیا۔ یارسول اللہؐ! مجھے عنایت فرمائیے۔ آپؐ نے یہ تلوار انہیں دے دی۔‘‘

(سیرت خاتم النبیینؐ صفحہ 489)

غزوۂ احد میں جب کفار نے پلٹ کر حملہ کیا اور مسلمانوں کو ہزیمت اٹھانی پڑی تو اس وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق بھی یہ خبر مشہور ہوئی کہ آپؐ شہید ہو گئے ہیں۔ ابن اسحاق کا بیان ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی شہادت کے اعلان اور کچھ لوگوں کے منتشر ہو جانے کے بعد سب سے پہلے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر حضرت کعب بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی نگاہ پڑی۔ ان کا بیان ہے کہ مَیں نے خود کے درمیان میں سے آپؐ کی چمکتی ہوئی آنکھیں دیکھ کر بلند آواز سے پکارا اے مسلمانو! خوش ہو جاؤ، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یہ ہیں۔ یہ سن کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہاتھ سے اشارہ کیا کہ خاموش رہو۔ جب مسلمانوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو پہچان لیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم ان کے ہمراہ گھاٹی کی طرف روانہ ہوئے۔ آپؐ کے ساتھ حضرت ابوبکر صدیقؓ، حضرت عمرؓ، حضرت علیؓ، حضرت طلحہ بن عبید اللہؓ، حضرت زبیر بن عَوّامؓ اور حضرت حَارِث بن صِمّہؓ وغیرہ صحابہ کرامؓ تھے۔

(ماخوذ از تاریخ الطبری لابی جعفر محمد بن جریر طبری غزوہ احد جلد 3 صفحہ 70 دار الفکر بیروت 2002ء)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے احد کے دن اپنے صحابہ کی ایک جماعت سے موت پر بیعت لی

جب بظاہر مسلمانوں کی پسپائی ہوئی تھی تو وہ ثابت قدم رہے اور اپنی جان پر کھیل کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا دفاع کرنے لگے یہاں تک کہ ان میں سے کچھ شہید ہو گئے۔ ان بیعت کرنے والے خوش نصیبوں میں حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ، حضرت عمرؓ، حضرت طلحہؓ، حضرت زبیرؓ، حضرت سعدؓ، حضرت سہل بن حُنَیفؓ اور حضرت اَبُودُجانہؓ شامل تھے۔

(الاصابہ جزء ۳ صفحہ ۴۳۱ دارالکتب العلمیۃ بیروت ۲۰۰۵ء)

غزوۂ احد کے حالات کا ذکر کرتے ہوئے حضرت مرزا بشیر احمد صاحبؓ نے مزید لکھا ہے کہ ’’جو صحابہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے گرد جمع تھے انہوں نے جو جان نثاریاں دکھائیں تاریخ ان کی نظیر لانے سے عاجز ہے۔ یہ لوگ پروانوں کی طرح آپؐ کے اردگرد گھومتے تھے اور آپؐ کی خاطر اپنی جان پر کھیل رہے تھے۔ جو وار بھی پڑتا تھا صحابہ اپنے اوپر لیتے تھے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو بچاتے تھے اور ساتھ ہی دشمن پر بھی وار کرتے جاتے تھے۔ حضرت علیؓ اور زبیرؓ نے بے تحاشا دشمن پر حملے کئے اور ان کی صفوں کو دھکیل دیا۔ ابوطلحہ انصاریؓ نے تیر چلاتے چلاتے تین کمانیں توڑیں اور دشمن کے تیروں کے مقابل پر سینہ سپر ہو کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بدن کو اپنی ڈھال سے چھپایا۔ سعد بن وقاصؓ کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم خود تیر پکڑاتے جاتے تھے اور سعدؓ یہ تیر دشمن پر بے تحاشا چلاتے جاتے تھے۔ ایک دفعہ آپؐ نے سعدؓ سے فرمایا۔ تم پر میرے ماں باپ قربان ہوں۔ برابر تیر چلاتے جاؤ۔ سعدؓ اپنی آخری عمر تک آپؐ کے ان الفاظ کو نہایت فخر کے ساتھ بیان کیا کرتے تھے۔ اَبُودُجانہؓ نے بڑی دیر تک آپؐ کے جسم کو اپنے جسم سے چھپائے رکھا اور جو تیر یا پتھر آتا تھا اسے اپنے جسم پر لیتے تھے حتی کہ ان کا بدن تیروں سے چھلنی ہوگیا مگر انہوں نے اف تک نہیں کی تا ایسا نہ ہو کہ ان کے بدن میں حرکت پیدا ہونے سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے جسم کا کوئی حصہ ننگا ہو جاوے اور آپؐ کو کوئی تیر آ لگے۔ طلحہؓ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو بچانے کے لئے کئی وار اپنے بدن پر لئے اور اسی کوشش میں ان کا ہاتھ شل ہو کر ہمیشہ کے لئے بیکار ہو گیا مگر یہ چند گنتی کے جاں نثار اس سیلاب عظیم کے سامنے کب تک ٹھہر سکتے تھے جو ہر لحظہ مہیب موجوں کی طرح چاروں طرف سے بڑھتا چلا آتا تھا۔ دشمن کے ہر حملہ کی ہر لہر مسلمانوں کو کہیں کا کہیں بہا کر لے جاتی تھی مگر جب ذرا زور تھمتا تھا مسلمان بیچارے لڑتے بھڑتے پھر اپنے محبوب آقا کے گرد جمع ہو جاتے تھے۔ بعض اوقات تو ایسا خطرناک حملہ ہوتا تھا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم عملاً اکیلے رہ جاتے تھے۔ چنانچہ ایک وقت ایسا آیا کہ آپؐ کے اردگرد صرف بارہ آدمی رہ گئے اور ایک وقت ایسا تھا کہ آپؐ کے ساتھ صرف دو آدمی ہی رہ گئے۔ ان جان نثاروں میں حضرت ابوبکرؓ، علیؓ، طلحہؓ، زبیرؓ، سعدؓ بن وقاص، اَبُودُجانہؓ انصاری، سعدؓ بن معاذ اور طلحہؓ انصاری کے نام خاص طور پر مذکور ہوئے ہیں۔‘‘

(سیرت خاتم النبیینؐ صفحہ 495-496)

غزوۂ احد کے دوران جب

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے دندان مبارک شہید ہوئے تو اس وقت کا جو نقشہ

حضرت ابوبکرؓ نے کھینچا ہے اس کے متعلق حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ حضرت ابوبکرؓ جب یومِ احد کا تذکرہ کرتے تو فرماتے وہ دن سارے کا سارا طلحہؓ کا تھا۔ پھر اس کی تفصیل بتاتے کہ مَیں ان لوگوں میں سے تھا جو احد کے دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف واپس لوٹے تھے تو مَیں نے دیکھا کہ ایک شخص رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ آپؐ کی حفاظت کرتے ہوئے لڑ رہا ہے۔ راوی کہتے ہیں کہ میرا خیال ہے کہ آپؓ نے فرمایا وہ آپؐ کو بچا رہا تھا۔ حضرت ابوبکرؓ کہتے ہیں کہ مَیں نے کہا کاش! طلحہ ہو۔ مجھ سے جو موقع رہ گیا سو رہ گیا اور مَیں نے دل میں کہا کہ میری قوم میں سے کوئی شخص ہو تو یہ مجھے زیادہ پسندیدہ ہے۔ حضرت ابوبکرؓ نے اس وقت یہ سوچا۔ کہتے ہیں اور میرے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے درمیان ایک شخص تھا جس کو مَیں نہیں پہچان سکا حالانکہ مَیں اس شخص کی نسبت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زیادہ قریب تھا اور وہ اتنا تیز چل رہا تھا کہ مَیں اتنا تیز نہ چل سکتا تھا تو دیکھا کہ وہ شخص ابوعبیدہ بن جراحؓ تھے۔ پھر میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس پہنچا۔ آپؐ کا رَبَاعِی دانت یعنی سامنے والے دو دانتوں اور نوکیلے دانت کے درمیان والا دانت ٹوٹ چکا تھا اور چہرہ زخمی تھا۔ آپؐ کے رخسار مبارک میں خود کی کڑیاں دھنس چکی تھیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم دونوں اپنے ساتھی کی مدد کرو۔ اس سے آپ کی مراد طلحہ تھی اور ان کا خون بہت بہہ رہا تھا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بجائے یہ کہ مجھے دیکھو فرمایا کہ طلحہ کو جا کے دیکھو۔ ہم نے ان کو رہنے دیا اور میں آگے بڑھا تا خود کی کڑیوں کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے چہرۂ مبارک سے نکال سکوں۔ اس پر حضرت ابوعبیدہؓ نے کہا کہ میں آپؓ کو اپنے حق کی قسم دیتا ہوں کہ آپؓ اسے میرے لیے چھوڑ دیں۔ پس میں نے ان کو چھوڑ دیا اور ابوعبیدہؓ نے ناپسند کیا کہ ان کڑیوں کو ہاتھ سے کھینچ کر نکالیں اور اس سے رسول

اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو تکلیف پہنچے تو انہوں نے ان کڑیوں کو اپنے منہ سے نکالنے کی کوشش کی اور ایک کڑی کو نکالا تو کڑی کے ساتھ ان کا اپنا سامنے کا دانت بھی ٹوٹ گیا۔ پھر دوسری کڑی نکالنے کے لیے میں آگے بڑھا کہ میں بھی ایسا ہی کروں جیسا انہوں نے کیا ہے۔حضرت ابو بکرؓ کہتے ہیں کہ میں نے کہا کہ مَیں بھی اسی طرح دوسری کڑی نکالنے کی کوشش کرتا ہوں تو حضرت ابو عبیدہؓ نے پھر کہا کہ مَیں آپؓ کو اپنے حق کی قسم دیتا ہوں کہ آپؓ اسے میرے لیے چھوڑ دیں۔ انہوں نے حضرت ابو بکرؓ کو کہا تو پھر حضرت ابو بکرؓ پیچھے ہٹ گئے تو انہوں نے پھر ویسا ہی کیا جیسا پہلے کیا تھا تو ابو عبیدہ کا سامنے کا دوسرا دانت بھی کڑی کے ساتھ ٹوٹ گیا۔ پس

ابو عبیدہ سامنے کے ٹوٹے ہوئے دانتوں والے لوگوں میں سب سے زیادہ خوبصورت تھے۔

پھر ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے علاج معالجہ سے فارغ ہو کر طلحہ کے پاس آئے۔ وہ ایک گڑھے میں تھے تو دیکھا کہ ان کے جسم پر نیزے تلوار اور تیروں کے کم و بیش ستر زخم تھے اور ان کی انگلی بھی کٹی ہوئی تھی تو ہم نے ان کی مرہم پٹی کی۔

(سبل الھدیٰ جلد ۴ صفحہ ۱۹۹–۲۰۰ غزوہ احد۔ دارالکتب العلمیۃ بیروت ۱۹۹۳ء)

(لغات الحدیث زیر لفظ رباعی نعمانی کتب خانہ لاہور ۲۰۰۵ء)

حضرت اَبُو عُبَیدہؓ کے علاوہ حضرت عُقْبَہ بن وَہبؓ اور حضرت ابو بکرؓ کے بارے میں بھی روایت میں ملتا ہے کہ انہوں نے یہ کڑیاں نکالیں۔ (شرح زرقانی جلد ۲ صفحہ ۴۲۵ غزوہ احد۔ دارالکتب العلمیۃ بیروت ۱۹۹۶ء) لیکن بہرحال پہلی روایت زیادہ بہتر ہے۔

غزوۂ احد کے دن جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم صحابہ کے ساتھ پہاڑ پر چڑھ گئے تو کفار بھی آپؐ کے پیچھے آئے۔ چنانچہ صحیح بخاری میں روایت ہے کہ ابوسفیان نے تین بار پکار کر کہا: کیا ان لوگوں میں محمد ہے (صلی اللہ علیہ وسلم)؟ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کو اسے جواب دینے سے روک دیا۔ پھر اس نے تین بار پکار کر پوچھا: کیا لوگوں میں ابو قحافہ کا بیٹا ہے یعنی ابو بکر؟ پھر تین بار پوچھا: کیا ان لوگوں میں ابن خطاب یعنی عمر ہے؟ پھر وہ اپنے ساتھیوں کی طرف لوٹ گیا اور کہنے لگا یہ جو تھے وہ تو مارے گئے۔ یہ سن کر حضرت عمرؓ اپنے آپ کو قابو میں نہ رکھ سکے اور بولے اے اللہ کے دشمن! بخدا تم نے جھوٹ کہا ہے۔جن کا تم نے نام لیا ہے وہ سب زندہ ہیں۔ جو بات ناگوار ہے اس میں سے ابھی تیرے لیے بہت کچھ باقی ہے۔

(صحیح بخاری کِتَابُ الْجِهَادِ وَالسِّيَرِ بَابُ مَا يُكْرَهُ مِنَ التَّنَازُعِ وَالِاخْتِلَافِ فِي الحَرْبِ، وَعُقُوبَةِ مَنْ عَصَى إِمَامَهُ حدیث نمبر ۳۰۳۹)

حضرت مصلح موعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زخمی ہو کر بے ہوش ہونے اور اس کے بعد کے واقعہ کا ذکر

کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ ’’تھوڑی دیر بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ہوش آ گیا اور صحابہ نے چاروں طرف میدان میں آدمی دوڑا دیئے کہ مسلمان پھر اکٹھے ہو جائیں۔ بھاگا ہوا لشکر پھر جمع ہونا شروع ہوا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم انہیں لے کر پہاڑ کے دامن میں چلے گئے۔ جب دامنِ کوہ میں بچا کھچا لشکر کھڑا تھا تو ابوسفیان نے بڑے زور سے آواز دی اور کہا ہم نے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کو مار دیا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ابوسفیان کی بات کا جواب نہ دیا تا ایسا نہ ہو دشمن حقیقت حال سے واقف ہو کر حملہ کر دے اور زخمی مسلمان پھر دوبارہ دشمن کے حملہ کا شکار ہو جائیں۔ جب اِسلامی لشکر سے اِس بات کا کوئی جواب نہ ملا تو ابوسفیان کو یقین ہو گیا کہ اس کا خیال درست ہے اور اس نے بڑے زور سے آواز دے کر کہا ہم نے ابو بکرؓ کو بھی مار دیا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ابو بکرؓ کو بھی حکم فرمایا کہ کوئی جواب نہ دیں۔ پھر ابو سفیان نے آواز دی ہم نے عمرؓ کو بھی مار دیا۔تب عمرؓ جو بہت جوشیلے آدمی تھے انہوں نے اس کے جواب میں یہ کہنا چاہا کہ ہم لوگ خدا کے فضل سے زندہ ہیں اور تمہارے مقابلہ کے لئے تیار ہیں مگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے منع فرمایا کہ مسلمانوں کو تکلیف میں مت ڈالو اور خاموش رہو۔ اب کفار کو یقین ہو گیا کہ اِسلام کے بانی کو بھی اور ان کے دائیں بائیں بازو کو بھی ہم نے مار دیا ہے۔ اِس پر ابوسفیان اور اس کے ساتھیوں نے خوشی سے نعرہ لگایا اُعْلُ ھُبَل۔ اُعْلُ ھُبَل۔ ہمارے معزز بت ہبل کی شان بلند ہو کہ اس نے آج اِسلام کا خاتمہ کر دیا ہے۔‘‘ حضرت مصلح موعودؓ فرماتے ہیں کہ ’’وہی رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم جو اپنی موت کے اعلان پر، ابو بکرؓ کی موت کے اعلان پر اور عمرؓ کی موت کے اعلان پر خاموشی کی نصیحت فرما رہے تھے تا ایسا نہ ہو کہ زخمی مسلمانوں پر پھر کفار کا لشکر لوٹ کر حملہ کر دے اور مٹھی بھر مسلمان اس کے ہاتھوں شہید ہو جائیں اب جبکہ خدائے واحد کی عزت کا سوال پیدا ہوا اور شرک کا نعرہ میدان میں مارا گیا تو آپؐ کی روح بے تاب ہو گئی اور آپؐ نے نہایت جوش سے صحابہؓ کی طرف دیکھ کر فرمایا تم لوگ جواب کیوں نہیں دیتے؟ صحابہ نے کہا یا رسول اللہؐ! ہم کیا کہیں؟ فرمایا کہو اَللّٰہُ اَعْلٰی وَاَجَلُّ۔ اَللّٰہُ اَعْلٰی وَاَجَلُّ۔ تم جھوٹ بولتے ہو کہ ہبل کی شان بلند ہوئی‘‘ یہ جھوٹ ہے تمہارا۔ ’’اللہ وحدہ لاشریک ہی معزز ہے اور اس کی شان بالا ہے اور اس طرح آپؐ نے اپنے زندہ ہونے کی خبر دشمنوں تک پہنچا دی۔ اِس دلیرانہ اور بہادرانہ جواب کا اثر کفار کے لشکر پر اتنا گہرا پڑا کہ باوجود اِس کے کہ ان کی امیدیں اس جواب سے خاک میں مل گئیں اور باوجود اس کے کہ ان کے سامنے مٹھی بھر زخمی مسلمان کھڑے ہوئے تھے جن پر حملہ کر کے ان کو مار دینا مادی قوانین کے لحاظ سے بالکل ممکن تھا وہ دوبارہ حملہ کرنے کی جرات نہ کر سکے اور جس قدر فتح ان کو نصیب ہوئی تھی اسی کی خوشیاں مناتے ہوئے مکہ کو واپس چلے گئے۔‘‘

(دیباچہ تفسیر القرآن، انوار العلوم جلد 20 صفحہ 252 تا 253)

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ آیت اَلَّذِیۡنَ اسۡتَجَابُوۡا لِلّٰہِ وَالرَّسُوۡلِ مِنۡۢ بَعۡدِ مَاۤ اَصَابَہُمُ الۡقَرۡحُ ؕۛ لِلَّذِیۡنَ اَحۡسَنُوۡا مِنۡہُمۡ وَاتَّقَوۡا اَجۡرٌ عَظِیۡمٌ۔ (آل عمران:173) صحابہ سے متعلق ہے۔ کہتی ہیں کہ یہ صحابہ سے متعلق ہے یعنی جن لوگوں نے اللہ اور اس کے رسول کی بات مانی بعد اس کے کہ ان کو زخم پہنچے ان میں جنہوں نے نیک کام کیے اور تقویٰ اختیار کیا ان کے لیے بہت بڑا اجر ہو گا۔حضرت عائشہؓ نے عروہ سے کہا اے میرے بھانجے! تیرے آباء زبیرؓ اور حضرت ابو بکرؓ بھی انہی لوگوں میں سے تھے کہ جب جنگِ احد میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم زخمی ہوئے اور مشرکین پلٹ گئے تو آپؐ کو اندیشہ ہوا کہیں وہ پھر نہ لوٹ آئیں۔ آپؐ نے فرمایا ان کا تعاقب کون کرے گا؟ تو ان میں سے ستّر آدمیوں نے اپنے آپ کو پیش کیا۔عروہ کہتے تھے ان میں حضرت ابو بکرؓ اور حضرت زبیرؓ بھی تھے۔

(صحیح بخاری کتاب المغازی باب الذین استجابوا للّٰہ والرسول... حدیث ۴۰۷۷)

اس بارے میں حضرت مرزا بشیر احمد صاحبؓ تحریر فرماتے ہیں یہ ایک عجیب بات ہے کہ باوجود اس کے کہ قریش کو اس موقع پر مسلمانوں کے خلاف غلبہ حاصل ہوا تھا اور ظاہری اسباب کے لحاظ سے وہ اگر چاہتے تو اپنی اس فتح سے فائدہ اٹھا سکتے تھے اور مدینہ پر حملہ آور ہونے کا راستہ تو بہرحال ان کے لیے کھلا تھا مگر خدائی تصرف کچھ ایسا ہوا کہ قریش کے دل باوجود اس فتح کے اندر ہی اندر مرعوب تھے اور انہوں نے اسی غلبہ کو غنیمت جانتے ہوئے جو احد کے میدان میں ان کو حاصل ہوا تھا مکہ کو جلدی جلدی لوٹ جانا ہی مناسب سمجھا مگر بایں ہمہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مزید احتیاط کے خیال سے فوراً ستّر صحابہ کی ایک جماعت جس میں حضرت ابو بکرؓ اور حضرت زبیرؓ بھی شامل تھے تیار کر کے لشکر قریش کے پیچھے روانہ کر دی۔ یہ بخاری کی روایت ہے۔ عام مورخین یوں بیان کرتے ہیں کہ آپؐ نے حضرت علیؓ یا بعض روایات کے مطابق سعد بن وقاصؓ کو ان کے پیچھے بھجوایا اور ان سے فرمایا کہ ان کا پتہ لاؤ کہ لشکر قریش مدینہ پر حملہ کرنے کی نیت تو نہیں رکھتا؟ آپؐ نے ان سے فرمایا کہ اگر قریش اونٹوں پر سوار ہوں اور گھوڑوں کو خالی چلا رہے ہوں تو سمجھنا کہ وہ مکہ کی طرف واپس جا رہے ہیں۔ مدینہ پر حملہ آور ہونے کا ارادہ نہیں رکھتے اور اگر وہ گھوڑوں پر سوار ہوں تو سمجھنا کہ ان کی نیت بخیر نہیں اور آپ نے ان کو تاکید فرمائی کہ اگر قریش کا لشکر مدینہ کا رخ کرے تو فوراً آپؐ کو اطلاع دی جاوے اور آپؐ نے بڑے جوش کی حالت میں فرمایا کہ

اگر قریش نے اس وقت مدینہ پر حملہ کیا تو خدا کی قَسم! ہم ان کا مقابلہ کر کے انہیں اس حملہ کا مزا چکھا دیں گے۔

بہرحال یہ جو وفد گیا تھا جلد ہی یہ خبر لے کر واپس آ گیا کہ قریش کا لشکر مکہ کی طرف جا رہا ہے۔

(ماخوذ از سیرت خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم صفحہ 499-500)

یہ ذکر ابھی ان شاء اللہ تعالیٰ آئندہ بھی چلے گا۔

(الفضل انٹرنیشنل 11فروری 2022ء)

اخبار الفضل کے اجراء پر کی جانے والی مقبول دعائیں

سیدنا حضرت مرزا بشیر الدین محمود احمد صاحب (مصلح موعودؓ) نے 18 جون 1913ء کو ہفتہ وار الفضل جاری فرمایا اور اس کے پہلے پرچہ میں اس کے مقاصد اور ان کی قبولیت کے لئے دعائیں کرتے ہوئے تحریر فرمایا:

”خدا کا نام اور اس کے فضلوں اور احسانوں پر بھروسہ رکھتے ہوئے اس سے نصرت و توفیق چاہتے ہوئے میں الفضل جاری کرتا ہوں... میں بھی اپنے ایک مقتدر اور راہنما اپنے مولا کے پیارے بندے کی طرح اس بحر ناپیدا کنار میں الفضل کی کشتی کے چلانے کے وقت اللہ تعالیٰ کے حضور بصد عجز و انکسار یہ دعا کرتا ہوں کہ بِسۡمِ اللّٰہِ مَجۡرٖىہَا وَمُرۡسٰىہَا ؕ اِنَّ رَبِّیۡ لَغَفُوۡرٌ رَّحِیۡمٌ (سورۃ ھود۔42) کہ اللہ تعالیٰ کے نام کے ساتھ اور اس کی برکت سے اس کا چلنا اور لنگر ڈالنا ہو۔ تحقیق میرا رب بڑا بخشنے والا اور رحیم ہے۔ اے میرے قادر مطلق خدا! اے میرے طاقتور بادشاہ! اے میرے رحمان رحیم مالک! اے میرے رب! میرے مولا! میرے ہادی! میرے رازق! میرے حافظ! میرے ستار! میرے بخشنہار! ہاں اے میرے شہنشاہ! جس کے ہاتھوں میں زمین و آسمان کی کنجیاں ہیں اور جس کے اذن کے بغیر ایک ذرہ اور ایک پتہ نہیں ہل سکتا جو سب نفعوں اور نقصانوں کا مالک ہے۔ جس کے ہاتھ میں سب چھوٹوں اور بڑوں کی پیشانیاں ہیں۔ جو پیدا کرنے والا اور مارنے والا ہے۔ جو مار کر پھر جلائے گا اور ذرہ ذرہ کا حساب لے گا۔ جو ایک ذلیل بوند سے انسان کو پیدا کرتا ہے۔ جو ایک چھوٹے سے بیج سے بڑے بڑے درخت اگاتا ہے۔ ہاں اے میرے دلدار میرے محبوب خدا تو دلوں کا واقف ہے۔ اور میری نیتوں اور ارادوں کو جانتا ہے۔ میرے پوشیدہ رازوں سے واقف ہے۔ میرے حقیقی مالک۔ میرے متولی تجھے علم ہے کہ محض تیری رضا حاصل کرنے کے لئے اور تیرے دین کی خدمت کے ارادہ سے یہ کام میں نے شروع کیا ہے۔ تیرے پاک رسول کے نام کے بلند کرنے اور تیرے مامور کی سچائیوں کو دنیا پر ظاہر کرنے کے لئے یہ ہمت میں نے کی ہے۔ تو میرے ارادوں کا واقف ہے۔ میری پوشیدہ باتوں کا راز دار ہے۔ میں تجھی سے اور تیرے ہی پیارے چہرہ کا واسطہ دے کر نصرت و مدد کا امیدوار ہوں۔ تو جانتا ہے کہ میں کمزور ہوں میں ناتواں ہوں۔ میں ضعیف ہوں۔ میں بیمار ہوں۔ میں تو اپنے پہلے کاموں کا بوجھ بھی اٹھا نہیں سکتا۔ پھر یہ اور بوجھ اٹھانے کی طاقت مجھ میں کہاں سے آئے گی۔ میری کمر تو پہلے ہی خم ہے۔ یہ ذمہ داریاں مجھے اور بھی کبڑا کر دیں گی۔ ہاں تیری ہی نصرت ہے جو مجھے کامیاب کر سکتی ہے۔ صرف تیری ہی مدد سے میں اس کام سے عہدہ برآ ہو سکتا ہوں۔ تیرا ہی فضل ہے۔ جس کے ساتھ میں سرخرو ہو سکتا ہوں اور تیرے ہی رحم سے میں کامیابی کا منہ دیکھ سکتا ہوں۔ دین اسلام کی ترقی اور اس کی نصرت خود تیرا کام ہے اور تو ضرور اسے کر کے چھوڑے گا مگر ثواب کی لالچ اور تیری رضا کی طمع ہمیں اس کام میں حصہ لینے کے لئے مجبور کرتی ہے۔ پس اے بادشاہ ہماری کمزوریوں پر نظر کر اور ہمارے دلوں سے زنگ دور کر۔ اسلام کی ترقی کے دن پھر آئیں اور پھر یہ درخت بارآور ہو اور اس کے شیریں پھل ہم کھائیں اور تیرا نام دنیا میں بلند ہو تیری قدرت کا اظہار ہو۔ نور چمکے اور ظلمت دور ہو۔ ہم پیاسے ہیں اپنے فضل کی بارش ہم پر برسا اور ہمیں طاقت دے کہ تیرے سچے دین کی خدمت میں ہم اپنا جان و مال قربان کریں اور اپنے وقت اس کی اشاعت میں صرف کریں۔ تیری محبت ہمارے دلوں میں جاگزیں ہو اور تیرا عشق ہمارے ہر ذرہ میں سرایت کر جائے۔ ہماری آنکھیں تیرے ہی نور سے دیکھیں اور ہمارے دل تیری ہی یاد سے پُر ہوں اور ہماری زبانوں پر تیرا ہی ذکر ہو تو ہم سے راضی ہو جائے اور ہم تجھ سے راضی ہوں تیرا نور ہمیں ڈھانک لے اے میرے مولا اس مشت خاک نے ایک کام شروع کیا ہے اس میں برکت دے اور اسے کامیاب کر۔ میں اندھیروں میں ہوں تو آپ ہی رستہ دکھا۔ لوگوں کے دلوں میں الہام کر کہ وہ الفضل سے فائدہ اٹھائیں اور اس کے فیض کو لاکھوں نہیں کروڑوں تک وسیع کر اور آئندہ آنے والی نسلوں کے لئے بھی اسے مفید بنا۔ اس سبب سے بہت سی جانوں کو ہدایت ہو۔ میری نیتوں کا تو واقف ہے، میں تجھے دھوکا نہیں دے سکتا۔ کیونکہ میرے دل میں خیال آنے سے پہلے تجھے اس کی اطلاع ہوتی ہے۔ پس تو میرے مقاصد و اغراض کو جانتا ہے اور میری دلی تڑپ سے آگاہ ہے لیکن میرے مولا! میں کمزور ہوں اور ممکن ہے کہ میری نیتوں میں بعض پوشیدہ کمزوریاں بھی ہوں تو ان کو دور کر اور ان کے شر سے مجھے بچالے اور میری نیتوں کو صاف کر اور میرے ارادوں کو پاک کر تیری مدد کے بغیر کچھ بھی نہیں کر سکتا۔ پس اس ناتوان وضعیف کو اپنے دروازہ سے خائب و خاسر مت پھیر یو کہ تیرے جیسے بادشاہ سے میں اس کا امیدوار نہیں تو میرا دستگیر ہو جا اور مجھے تمام ناکامیوں سے بچالے۔ آمین ثم آمین ثم آمین“

(الفضل 18 جون 1913ء صفحہ 3)

بقیہ: دربارِ خلافت ...... از صفحہ 2

اُس نے روٹی منگوائی اور روٹی کھا کر ہم پیدل چل پڑے۔ قادیان پہنچے، جلسہ شروع تھا۔ پچیس تیس آدمی تھے))۔ جلسہ فصیل پر ہوا۔ ایک تخت پوش تھا اور چند صفیں تھیں۔ کھانے کے لئے پلاؤ زردہ اور پھلکے آ گئے۔ ہم نے کھا لئے۔ ڈاکٹر عبدالحکیم صاحب بستر ے اور جگہ دیا کرتے تھے۔ ہمیں بھی اس نے جگہ بتلائی۔ رات گزری۔ صبح سویرے کھانا کھا کر دس بجے جلسہ میں شامل ہوئے۔ حضرت صاحب تشریف لائے۔ حضور کبھی رومی ٹوپی سر پر رکھا کرتے تھے، کبھی اُس پر ہی پگڑی باندھ لیا کرتے تھے اور ٹوپی پگڑی میں سے نظر آتی تھی۔ حضور جب تخت پوش پر کھڑے ہوئے تو میں نے ساتھیوں کو کہا کہ دیکھو ایسی نورانی شکل بھلا اور کوئی نظر آ سکتی ہے۔ اگر مولوی محمد حسین کی باتوں پر جاتے تو کیسے بدنصیب ہوتے۔

(ماخوذ از رجسٹر روایات صحابہؓ حضرت مسیح موعودؑ جلد نمبر 10 صفحہ 314 تا 317۔ از روایات حضرت ملک غلام حسین صاحب مہاجرؓ)

حکیم عبدالصمد صاحبؓ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی زیارت کا حال بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔ (بیعت 1905ء کی ہے) کہ حضرت صاحب نے تقریر میں فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے مسیح موعود کر کے بھیجا ہے اور فرمایا کہ جو لوگ اپنی کم علمی کی وجہ سے میرے متعلق فیصلہ نہیں کر سکتے وہ اس دعا کو کثرت سے پڑھیں جو اللہ تعالیٰ نے اُن کی پنجوقتہ نمازوں میں بتلائی ہے۔ اِہۡدِنَا الصِّرَاطَ الۡمُسۡتَقِیۡمَ ۙ صِرَاطَ الَّذِیۡنَ اَنۡعَمۡتَ عَلَیۡہِمۡ (الفاتحہ:6-7) چلتے پھرتے، اُٹھتے بیٹھتے ہر وقت کثرت سے پڑھیں۔ زیادہ سے زیادہ چالیس روز تک اللہ تعالیٰ اُن پر حق ظاہر کر دے گا۔ کہتے ہیں میں نے تو اُسی وقت سے شروع کر دیا۔ مجھ پر تو ہفتہ گزرنے سے پہلے ہی حق کھل گیا۔ مَیں نے دیکھا (خواب بتا رہے ہیں) کہ حامد کے محلہ کی مسجد میں ہوں۔ وہاں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوۃ والسلام تشریف لائے ہیں۔ میں حضرت صاحب کی طرف مصافحہ کرنے کے لئے بڑھنا چاہتا تھا کہ ایک نابینا مولوی نے مجھ کو روکا۔ دوسری طرف میں نے بڑھنا چاہا تو اُس نے اُدھر سے بھی روک لیا۔ پھر تیسری مرتبہ مَیں نے آگے بڑھ کر مصافحہ کرنا چاہا تو اُس نے مجھ کو پھر روکا۔ تب مجھے غصہ آ گیا اور میں نے اُسے مارنے کے لئے ہاتھ اُٹھایا۔ حضرت صاحب نے فرمایا کہ نہیں غصہ نہ کرو، مارو نہیں۔ (خواب کا ذکر فرما رہے ہیں۔) مَیں نے عرض کیا کہ حضور! مَیں تو حضور سے مصافحہ کرنا چاہتا ہوں اور یہ مجھ کو روکتا ہے۔ اتنے میں میری آنکھ کھل گئی۔ مَیں نے صبح میر قاسم علی صاحب اور مولوی محبوب احمد صاحب، مستری قادر بخش صاحب کے سامنے یہ واقعہ بیان کیا۔ (خواب بیان کی۔) میر صاحب نے کہا کہ اسے لکھ دو۔ مَیں نے لکھ دیا۔ انہوں نے کہا کہ اس کے نیچے لکھ دو کہ مَیں اپنے اس خواب کو حضور کی خدمت میں ذریعہ بیعت قرار دیتا ہوں۔ مَیں نے لکھ دیا مولوی محبوب احمد صاحب جو غیر احمدی تھے انہوں نے کہا کہ تم کو اپنے والد کا مزاج بھی معلوم ہے۔ وہ ایک گھڑی بھر بھی تم کو اپنے گھر نہیں رہنے دیں گے۔ میں نے کہا مجھے اُن کی کوئی پرواہ نہیں۔ خیر حضرت صاحب نے بیعت منظور کر لی اور مجھے لکھا کہ تمہاری بیعت قبول کی جاتی ہے۔ اگر تم پر کوئی گالیوں کا پہاڑ کیوں نہ توڑے، نگاہ اُٹھا کر مت دیکھنا۔

(ماخوذ از رجسٹر روایات صحابہؓ حضرت مسیح موعودؑ جلد 12 صفحہ 17-18- از روایات حضرت حکیم عبدالصمد صاحبؓ ولد حکیم عبدالغنی صاحب)

(خطبہ جمعہ 28 دسمبر 2012ء بحوالہ الاسلام ویب سائٹ)

سلسلہ کو ایک اخبار کی ضرورت تھی

’’بدر‘‘ اپنی مصلحتوں کی وجہ سے ہمارے لئے بند تھا ’’الحکم‘‘ اول تو ٹمٹماتے چراغ کی طرح کبھی کبھی نکلتا تھا اور جب نکلتا بھی تھا تو اپنے جلال کی وجہ سے لوگوں کی طبیعتوں پر جو اس وقت بہت نازک ہو چکی تھیں۔ بہت گراں گزرتا تھا۔ ’’ریویو‘‘ ایک بالا ہستی تھی جس کا خیال بھی نہیں کیا جا سکتا تھا۔ میں بے مال و زر تھا۔ جان حاضر تھی مگر جو چیز میرے پاس نہ تھی وہ کہاں سے لاتا۔ اس وقت سلسلہ کو ایک اخبار کی ضرورت تھی جو احمدیوں کے دلوں کو گرمائے۔ ان کی سستی کو جھاڑے۔ ان کی محبت کو ابھارے۔ ان کی ہمتوں کو بلند کرے اور یہ اخبار ثریا کے پاس ایک بلند مقام پر بیٹھا تھا۔ اس کی خواہش میرے لئے ایسی ہی تھی جیسے ثریا کی خواہش، نہ وہ ممکن تھی نہ یہ۔ آخر دل کی بے تابی رنگ لائی۔ امید بر آنے کی صورت ہوئی اور کامیابی کے سورج کی سرخی افق مشرق سے دکھائی دینے لگی۔

’’الفضل‘‘ نام کس نے رکھا

غرض جب اس طرح روپیہ کا انتظام ہو گیا تو حضرت خلیفۃ المسیح الاولؓ سے میں نے اخبار کی اجازت مانگی اور نام پوچھا۔ آپ نے اخبار کی اجازت دی اور نام ’’الفضل‘‘ رکھا۔ چنانچہ اس مبارک انسان کا رکھا ہوا نام ’’الفضل‘‘، فضل ہی ثابت ہوا۔ اسی زمانہ میں ’’پیغام صلح‘‘ لاہور سے شائع ہوا۔ تجویز پہلے میری تھی مگر پیغام صلح الفضل سے پہلے شائع ہوا کیونکہ ان لوگوں کے پاس سامان بہت تھے۔

استخارہ اور حضرت خلیفۃ المسیح الاولؓ کی اجازت

اخبار کے اجرا سے قبل آپ نے استخارہ کیا اور حضرت خلیفۃ المسیح الاولؓ کی خدمت میں اجازت کے لئے عرض کیا تو آپ نے فرمایا:۔

’’جس قدر اخبار میں دلچسپی بڑھے گی خریدار خود بخود پیدا ہوں گے۔ ہاں تائید الٰہی، حسن نیت، اخلاص اور ثواب کی ضرورت ہے۔ زمیندار، ہندوستان، پیسہ میں اور کیا اعجاز ہے وہاں تو صرف دلچسپی ہے اور یہاں دعا نصرت الٰہیہ کی امید بلکہ یقین توکل علی اللہ کام شروع کر دیں‘‘

الفضل کا نام بھی حضرت خلیفۃ المسیح الاولؓ نے عطا فرمایا اور الفضل 1914ء کے ایک اداریہ میں درج ہے کہ حضرت خلیفۃ المسیح الاولؓ نے فرمایا:۔

مجھے رؤیا میں بتایا گیا ہے کہ الفضل نام رکھو۔

(الفضل 19 نومبر 1914ء صفحہ 3)

چنانچہ حضرت مصلح موعودؓ فرماتے ہیں کہ اس مبارک انسان کا رکھا ہوا نام ’’الفضل‘‘، فضل ہی ثابت ہوا۔

(انوار العلوم جلد 8 صفحہ 371)

پہلا پرچہ

ہفت روزہ الفضل کا پہلا پرچہ حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر الدین محمود احمد صاحب کی ادارت میں 18 جون 1913ء بروز بدھ شائع ہوا۔ یہ 4/26x20 کے 16 صفحات پر مشتمل تھا۔ حضور خود ہی اس کے پروپرائٹر، پرنٹر اور پبلشر تھے۔ ہجری لحاظ سے یہ 12 رجب 1331ھ کا دن تھا۔

حضرت خلیفہ اولؓ کی راہنمائی

الفضل کے پہلے پرچہ میں حضرت خلیفۃ المسیح الاولؓ کا تازہ خطبہ جمعہ 13 جون 1913ء درج کیا گیا اور حضور کی راہنمائی اور دعائیں ہمیشہ اخبار کو میسر رہیں۔

حضرت خلیفۃ المسیح الاولؓ الفضل بڑی دلچسپی سے ملاحظہ فرماتے تھے اور ضروری ہدایات دیتے تھے۔ چنانچہ الفضل میں قادیان کی خبروں کے تحت لکھا ہے۔

’’حضور اخبار الفضل کو بڑے شوق سے مطالعہ فرماتے ہیں‘‘

(الفضل 8 ر اکتوبر 1913ء)

حضرت خلیفۃ المسیح الاولؓ نے الفضل کے پہلے شمارہ میں ایک خاص مضمون ’’اسلامی اخبارات کے لئے دستور العمل‘‘ بھی تحریر فرمایا۔

حضور کی جو راہنمائی الفضل کو میسر تھی اس کے متعلق ادارہ الفضل لکھتا ہے:۔

ان (قادیان سے نکلنے والے اخبارات) سے اگر کوئی غلطی سرزد ہوتی ہے تو خلیفۃ المسیح فوراً اس پر نوٹس لیتے ہیں۔ کیونکہ ہر ایک اخبار آپ کی خدمت اقدس میں پیش کیا جاتا ہے۔ الفضل کا اجرا اس غرض سے بھی ہوا تھا کہ جب کوئی اَمْرٌ مِّنَ الْاَمْنِ اَوِالْخَوْفِ پیش آئے تو خلیفۃ المسیح کی زبان بن کر گائیڈ کرنے کے لئے ایک اخبار ضروری چاہئے۔ یہی وجہ ہے کہ اس نے جب کوئی مضمون لکھا جس میں جماعت کو کسی خاص روش پر چلنے کی تاکید ہو تو خلیفۃ المسیح کو دکھا کر اور ان سے تصدیق لکھوا کر شائع کیا۔

(الفضل 3 ستمبر 1913ء صفحہ 9)

اس ضمن میں ایک احمدی کا خواب بھی بہت ایمان افروز ہے۔

مولوی میر اسحق علی صاحب احمدی سررشتہ دار عدالت گدوال (حیدر آباد دکن) تحریر فرماتے ہیں کہ میں حضرت خلیفہ اول کی صحت وعافیت اور احمدی بیماروں کی شفایابی کے لئے دعا کر کے سویا تھا خواب میں حضرت خلیفہ اول نے الفضل خریدنے کی تاکیدی ہدایت فرمائی اور روپے خود اپنی جیب سے نکال کر دیئے۔

(الفضل 23 دسمبر 1915ء صفحہ 2)

ابتدائی سرمایہ

جیسا کہ حضور نے تحریر فرمایا ہے الفضل کے لئے ابتدائی سرمایہ حضرت اماں جانؓ، آپ کی اہلیہ حضرت امّ ناصرؓ اور حضرت نواب محمد علی خانؓ صاحب نے عطا فرمایا۔

سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ اس کا تذکرہ کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔

’’1913ء میں حضرت مصلح موعودؓ نے الفضل جاری کرنے کا ارادہ فرمایا تو حضرت ام ناصر صاحبہ نے ابتدائی سرمائے کے طور پر اپنا کچھ زیور پیش کیا۔ حضرت مصلح موعودؓ فرماتے ہیں کہ خدا تعالیٰ نے میری بیوی کے دل میں اس طرح تحریک کی جس طرح خدیجہؓ کے دل میں رسول کریمؐ کی مدد کی تحریک کی تھی۔ انہوں نے اس امر کو جانتے ہوئے کہ اخبار میں روپیہ لگانا ایسا ہی ہے جیسے کنویں میں پھینک دینا اور خصوصاً اس اخبار میں جس کا جاری کرنے والا محمود ہو (یہ بھی ایک عاجزی تھی حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ کی) جو اس زمانے میں شاید سب سے بڑا مذموم تھا۔ آپ نے اپنے دو زیور مجھے دے دیئے کہ میں ان کو فروخت کر کے اخبار جاری کر دوں۔ ان میں سے ایک تو ان کے اپنے کڑے تھے (سونے کے) اور دوسرے ان کے بچپن کے کڑے سونے کے تھے جو انہوں نے اپنی اور میری لڑکی عزیزہ ناصرہ بیگم کے استعمال کیلئے رکھے ہوئے تھے۔ میں زیورات کو لے کر اسی وقت لاہور گیا اور پونے پانچ سو میں وہ دونوں کڑے فروخت ہوئے اور اس سے پھر یہ اخبار الفضل جاری ہوا۔‘‘

(الفضل 4 جولائی 1924ء صفحہ 4)

’’قارئین الفضل حضرت مصلح موعودؓ کی اس پیاری بیٹی اور میری والدہ کو بھی الفضل پڑھتے ہوئے دعاؤں میں یاد رکھیں کہ الفضل کے اجراء میں گو بے شک شعور رکھتے ہوئے تو نہیں لیکن اپنے ماں باپ کے ساتھ آپ نے بھی حصہ لیا اور یہ الفضل جو ہے، آج انٹرنیشنل الفضل کی صورت میں بھی جاری ہے۔ اللہ تعالیٰ ان کے درجات بلند فرماتا چلا جائے اور ان کی دعائیں ہمیشہ ہمیں پہنچتی رہیں۔‘‘

(الفضل 20 ستمبر 2011ء صفحہ 7)

پہلا دفتر

الفضل کے ابتدائی دفتر کے لئے حضرت نواب محمد علی خان صاحبؓ نے اپنے مکان کی نچلی منزل کا ایک حصہ عطا فرمایا۔ اس کے اولین کاتب محمد حسین صاحب اور مینیجر مرزا عبد الغفور بیگ تھے۔

3 دسمبر 1914ء سے الفضل کے پرنٹر و پبلشر حضرت بھائی عبد الرحمان صاحبؓ قادیانی مقرر ہوئے جو 1947ء میں تقسیم ہند تک یہ فرائض سرانجام دیتے رہے۔

رپورٹ۔ پروگرام خلافت کی برکات

حالیہ دنوں میں سوشل میڈیا پر خلافت احمدیہ کے خلاف اٹھائے گئے فتنے نے جہاں محبان خلافت کے دلوں میں تشویش پیدا کر دی وہاں چند نوجوانوں اور کچھ ناپختہ اذہان میں سوالات اور شکوک وشبہات بھی پیدا کر دیئے۔ قارئین الفضل جانتے ہیں کہ انگریزی اور فرنچ کینیڈا کی دو سرکاری زبانیں ہیں۔ لہذا اس مذموم فتنے کے بداثرات کو زائل کرنے کے لئے جماعت احمدیہ کینیڈا نے گزشتہ دنوں انگریزی اور فرنچ کے ساتھ ساتھ اردو زبان میں بھی ایک ملک گیر webinar کا انعقاد کیا جس کی صدارت امیر جماعت احمدیہ کینیڈا مکرم لال خان ملک صاحب نے کی۔ مکرم امیر صاحب کے ساتھ انگریزی اور فرنچ پروگرام میں مکرم عبد الرشید انور مشنری انچارج کینیڈا، مکرم نبیل مرزا مربی سلسلہ، اور اردو پروگرام میں نائب امیر کینیڈا مکرم ہادی علی چوہدری اسٹوڈیو میں موجود تھے جبکہ برطانیہ سے مکرم آصف باسط انگریزی پروگرام میں اور مکرم عبد الغنی جہانگیر اردو پروگرام میں شامل ہوئے۔ انگریزی زبان کے پروگرام کے میزبان مکرم صفوان چوہدری تھے، فرنچ پروگرام کے میزبان مکرم ساجد مُسلن اور اردو پروگرام کے میزبان مکرم صفی راجپوت تھے۔ ان تمام پروگراموں میں جہاں شرکاء پروگرام کی طرف سے خلافت کی اہمیت اور اس کا مقام اجاگر کیا گیا وہاں ملک بھر سے احبابِ جماعت کی طرف سے آئے ہوئے سوالات کے جوابات بھی دیئے گئے۔ خاص طور پر مکرم آصف باسط نے نہایت جوش و جذبہ اور پُریقین طریق پر نہ صرف خلافت کی اہمیت کو بیان فرمایا بلکہ کچھ واقعات بھی بتا کر مقامِ خلافت کو مزید اجاگر کیا۔ ان تقاریر کے علاوہ سیّدنا حضرت خلیفۃ المسیحؒ الرابع رحمہ اللہ تعالیٰ اور سیّدنا حضرت امیر المؤمنین خلیفۃ المسیحؒ الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کے ویڈیو کلپس دکھائے گئے جن میں خلفاء کی زبانِ مبارک سے خلافت کے مقام کو اجاگر کیا گیا ہے۔ بفضلہٖ تعالیٰ اس پروگرام کو کینیڈا بھر میں زبردست پذیرائی حاصل ہوئی اور کثیر تعداد میں احبابِ جماعت نے اپنے اہلخانہ سمیت اس پروگرام کو دیکھا۔ الحمد للہ!

(انصر رضا۔ واقفِ زندگی، نمائندہ الفضل آن لائین کینیڈا)

ایڈیٹر کے نام خطوط

- مکرم رفیع رضا قریشی لکھتے ہیں:

آپ کی جانب سے باقاعدگی سے اس پرچہ کا ملنا ہی تسکین کا موجب ہوتا ہے۔ اس بابرکت روزنامہ الفضل سے میرا رشتہ بہت پرانا ہے۔شام 4 بجے کے قریب اخبار کا ملنا اور باری باری سب کا مطالعہ کرنا روز کا معمول تھا۔گو اخبار کے ابتدائی دور میں گول بازار،منڈی کی دو کانوں پر بھی پڑھنے کو مل جایا کرتا تھا۔پھر روزگار کے سلسلہ مجھے دوسرے شہر منتقل ہونا پڑا تو کچھ عرصہ تعطّل کے بعد محترم حافظ صدیق احمد کے توسط سے روزنامہ الفضل دوبارہ لگوالیا۔اکثر اپنے دفتر بھی لے جاتا جہاں غیراز جماعت دوست احباب بھی استفادہ کرتے۔

ایک طالب علم کی حیثیت سے الفضل سے بہت سی باتیں سمجھنے اور حقیقی اسلام احمدیت کی تعلیم کو پڑھنے کا موقع ملتا رہا۔اللہ تعالیٰ کا بے حد شکر اور احسان ہے۔آج آن لائن ہونے کی بدولت یہ اخبار پڑھنے اور عمل کرنے کا موقع ملتا رہتا ہے۔دعا ہے کہ یہ اخبار حضرت مسیح موعودعلیہ السلام کے مقاصد عالیہ کو پورا کرنے میں معاون ہو اور پیارے آقا ایدہ اللہ تعالیٰ کی قیادت اور رہنمائی میں یہ اخبار ہر احمدی اور بنی نوع انسانوں کے لئے مشعل راہ بنتا چلا جائے۔آمین۔اللہ تعالیٰ تمام کارکنان کو مقبول خدمت دین کی توفیق عطا کرتا چلا جائے۔آمین

- مکرم ابن ایف آر بسمل لکھتے ہیں:

روزنامہ الفضل میں مکرم منور علی شاہد (جرمنی) کے مضامین دیکھ کر لاہور کی پرانی یادیں ابھر کر سامنے آگئیں۔ جب ہم 1962ء میں انجینئرنگ یونیورسٹی میں داخل ہوئے تو چوہدری اسد اللہ خان صاحب (امیر جماعت لاہور) تھے۔جمعہ ہم دارالذکر میں پڑھتے تھے ان کے خطبات ایسے پرزور ہوتے تھے کہ خود بھی رو پڑتے اور سامعین کو بھی رلا دیتے تھے۔مربی شیخ عبد القادر صاحب سابق سوداگرمل تھے جو دہلی گیٹ والی مسجد میں جمعہ پڑھاتے تھے۔شروع میں قائد (خدام الاحمدیہ) حضرت اللہ پاشا صاحب تھے ان کو جب فریکچر ہوا تو خدام ان کے پاس میو ہسپتال میں ڈیوٹی دیتے تھے۔ اللہ کے فضل سے مجھے بھی یہ سعادت نصیب ہوئی۔ وہ جلد ہی ٹرانسفر ہوگئے اور شیخ ریاض محمود صاحب قائد بنے۔ وہ اکثر ہمارے ہوسٹل میں بھی آتے تھے۔جہاں باقاعدہ زعامت قائم تھی۔روح رواں تو ملک لال خان صاحب (کینیڈا) تھے۔

1966ء کی پہلی سہ ماہی میں حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ لاہور تشریف لائے اور امیر صاحب اور قائد صاحب کی موجودگی میں ایمبیسیڈر ہوٹل کے سامنے پام ویو میں حضورؒ سے کھڑے کھڑے ملاقات بھی ہوئی۔ مجھے لکنت کی شکایت تھی۔میرے عرض کرنے پر فرمایا’’ تقریریں کیا کرو‘‘اور شیخ صاحب کو ارشاد فرمایا کہ ان سے تقریریں کروایا کریں۔ 30 ستمبر 1966ء کو حضورؒ نے دارالذکر میں جمعہ پڑھایا اور ہمارے کلاس فیلو ملک طاہر احمد صاحب کے اول آنے کے انعام کے طور پر ان کا نکاح بھی پڑھا۔لاہور تعلیم کے دوران میں اور تو کوئی خاص نیکی کا کام تو نہ کرسکا البتہ وصیت کے نظام میں شامل ہونے کی اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل سے توفیق دی۔گریجویشن کے بعد میں سروس میں رولنگ سٹون بنا رہا Rolling Stone gathers no moss کا مصداق۔تاہم جب لاہور کا صد سالہ جوبلی سووینئر تیار ہورہا تھا تو اتفاق سے ان دنوں میری پوسٹنگ لاہور میں تھی۔مبشر احمد دہلوی صاحب صدر سووینئر کمیٹی نے مجھے بھی شامل کرلیا اور حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ اور حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ کے لاہور کے دورہ جات کا assignment مجھے دیا۔ جو سووینئر کے صفحات 45 تا 49 پر شائع ہوا۔ writers کی تصاویر صفحہ 75 کے سامنے والے صفحہ پر دیں۔لاہور میں حضرت چوہدری ظفر اللہ خان صاحب کی چند تقاریر اور ڈاکٹر عبد السلام صاحب کی ایک تقریر سننے کا بھی اتفاق ہوا۔ہماری یونیورسٹی کی الوداعی تقریب میں مہمان خصوصی ڈاکٹر میر مشتاق احمد صاحب تھے۔ایک بار لاہور میں پوسٹنگ کے دوران (صدر حلقہ گلبرگ) راجہ غالب احمد صاحب کی عاملہ میں کام کرنے کا موقع ملا۔ اسی طرح خاکسار (قائد مجلس خدام الاحمدیہ)انجینئر مسعود اقبال صاحب کا نائب قائد مرکز کی طرف سے نامزد ہوا۔قائد ضلع شیخ مظفر احمد صاحب تھے۔ اس وقت صدر مجلس مکرم محمود احمد صاحب (بنگالی) تھے انہوں نے ہی نامزد کیا تھا۔

1989ء میں جب میں راجہ غالب احمد صاحب کی عاملہ میں تھا تو میرا یکدم لاہور سے باہر ٹرانسفر ہوگیا۔ طبعاً پریشانی تو ہوئی لیکن انہوں نے فرمایا۔ کسی کو کہہ کر ٹرانسفر کو رکوایا جاسکتا ہے۔لیکن میرا مشورہ یہ ہے کہ آپ چلے جائیں چھوٹے اضلاع میں شاید زیادہ ضرورت ہے وہاں آپ کو جماعتی خدمت کا زیادہ موقع ملے گا۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ (الحمد للہ علیٰ ذالک)

اللہ تعالیٰ نے اپنی صفت رحمانیت کے تحت 2003ء میں انتخاب خلافت کمیٹی تک تو پہنچا دیا تھا۔ دعا کریں خاتمہ بھی بالخیر ہو۔آمین۔

ایڈیٹر کے نام خط

الفضل اور ترکی میں گزارے ہوئے تین دن

- مکرمہ رضیہ بیگم۔نیویارک سے لکھتی ہیں:

الفضل کی مثال مختلف رنگوں کے خوبصورت پھولوں کے ایک گلدستے کی سی ہے جو دل و دماغ کو تازگی اور سکون بخشتے ہیں اور آنکھوں کو تراوٹ۔ کچھ عرصہ پہلے ترکی جانے سے قبل میں الفضل 22 دسمبر 2021ء کا مطالعہ کررہی تھی کہ یہ مضمون سامنے آیا کہ ’’آئیں ترکی کی سیر کو چلیں‘‘ مضمون پڑھا اور بچوں کو سنایا بھی۔ اور اس حسین حسن اتفاق پر اللہ کا بھی شکر ادا کیا کہ اس سے پہلے ترکی کے بارے میں کتابوں میں پڑھا ضرور تھا لیکن اب ہم اللہ کے فضل سے اس ملک میں کچھ وقت گزارنے جارہے ہیں۔ہمیں اس مضمون سے کافی معلومات مل گئی تھیں کہ ہم اپنے محدود وقت میں ترکی میں کیا کچھ دیکھ سکتے ہیں۔سب سے پہلے ہم نے اپنے بہنوئی مکرم شریف احمد گھمن سے ترکی کی لوکل جماعت کے بارے میں معلومات اور مشن ہاؤس کا ایڈریس لیا۔ ہمارا قیام ترکی کے دار الخلافہ استنبول میں علاقہ Kadikoy میں تھا۔خوبصورت ایئر پورٹ سے نکلتے ہی راستے میں جس خوبصورت منظر نے دل و دماغ پر ایک خوشگوار اثر ڈالا وہ قرب وجوار میں موجود بڑے بڑے گنبد والی مساجد تھیں اور دوسرا خوشگوار معتدل موسم۔اگلے دن ہم نے محترم مربّی صاحب (ترکی) مکرم صادق احمد بٹ سے رابطہ کیا۔ دوسرے دن شام آٹھ بجے کا وقت ملا۔ چونکہ ہمارے پاس کافی وقت تھا Ferry کے ذریعہ استنبول سفر کیا۔سفید پرندے ساتھ ساتھ سفر کرتے نصف سفر سے بھی آگے تک گئے۔ یہ منظر بہت دلفریب تھا اور بے اختیار زبان پر سبحان اللہ وبحمدہ سبحان اللہ العظیم کا ورد جاری ہوگیا۔ پھر کافی سفر پیدل چلنے کے بعد Haga Sofia Mosque پہنچے۔ ان وبا کے دنوں میں بھی بہت رش تھا۔مسجد لوگوں سے بھری ہوئی تھی۔ بڑے بڑے گنبد اور ہر ایک پر اللہ پھر رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور چاروں خلفائے عظامؓ اور حضرت حسنؓ اور حضرت حسینؓ کے ناموں کی خطاطی خوبصورت سنہری الفاظ میں کی گئی تھی۔خوبصورت فانوسوں کی روشنی ان کی چمک میں اور بھی اضافہ کررہی تھی۔نماز ظہر کا وقت تھا مسجد کی ایک طرف ایک جگہ پر کچھ عورتیں نماز پڑھ رہی تھیں۔ اپنی بچیوں کے ہمراہ ہم نے بھی نماز ظہر وعصر قصر کے ساتھ ادا کی۔ الحمد للہ علیٰ ذالک۔

مسجد کے باہر کافی وسیع رقبے پر بہت صاف وشفاف راستے، فوارے اور چھوٹی جھیل سی بنائی گئی ہے۔ اس سے کچھ فاصلے پر ہی Blue Mosque اپنی پوری شان وشوکت سے نظر آرہی تھی۔مسجد کے قریب پہنچے تو مسجد میں کچھ کام ہو رہا تھا اور داخلہ بند تھا۔خیر باہر سے ہی اس عالیشان مسجد کا نظارہ کیا اور پیدل ہی دوبارہ اڈے تک پہنچے۔ کھانا کھانے اور کچھ دیر آرام کرنے کے بعد شام کو 8 بجے ہم اپنی قیام گاہ پہنچے، الحمد للہ۔

دوسرے دن بچوں کے ساتھ وہاں کے بازار جو کہ ذرا اونچائی پر واقع ہے اور چلتے ہوئے کافی ورزش بھی ہو جاتی ہے، دیکھا۔ جو کہ کسی بھی طور پر یورپین بازار سے کم نہیں تھا۔ اسی طرح ایک مال پر بھی گئے جو کہ ہر لحاظ سے لاجواب نظر آیا اندر جانے کے لئے مکمل سیکیورٹی تھی۔ اسی شام ہم اپنے احمدیہ مشن ہاؤس پہنچے۔ نماز سنٹر کا نام بیت الہادی ہے۔ چار منزلہ عمارت جس کے ایک حصے میں محترم مربّی صاحب کی رہائش ہے۔ ایک حصہ لجنہ کے لئے مختص ہے۔ یہ ترکی کا واحد مشن ہاؤس ہے۔ احمدیوں کی کل تعداد 650 ہے۔ چائے اور دیگر مشروبات سے ہماری ضیافت کی گئی۔ اتنے میں نماز عشاء کا وقت ہوگیا تھا اذان کے بعد مربّی صاحب نے باجماعت نماز پڑھائی اور ہم اجازت لیکر خوشی خوشی دعاؤں سے رخصت ہوئے۔محترم مربّی صاحب بس اسٹیڈ تک ہمارے ساتھ آئے اور ترکی میں جماعت کی ترقی کے بارے میں اظہار خیال پر دل خدا تعالیٰ کی حمد سے بھر گیا اور یہ دعا بہت پڑھی کہ رب اصلح امۃ محمد کہ اللہ کرے یہ لوگ بھی جلد حضرت مسیح موعود کو ماننے والے اور حقیقی اسلام احمدیت میں داخل ہونے والوں میں شامل ہو جائیں، آمین۔

تیسرے دن محترم مربّی صاحب کے گائیڈ کرنے پر استنبول سے آگے بذریعہ بس تقریباً ظہر کے وقت حضرت ابو ایوب انصاری رضی اللہ عنہ میزبان رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے مزار مبارک پر حاضری دینے اور دعا کرنے کی سعادت نصیب ہوئی۔آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی پیشگوئی اور قسطنطنیہ (موجودہ استنبول) کی تاریخ ذہن میں تھی۔ دل خدا تعالیٰ کی حمد سے بھر گیا کہ آج یہ خاکسار بھی اس خطہ زمین پر اپنے بچوں کے ساتھ دعا کے لئے کھڑی ہے۔جہاں کبھی صحابہ کرام رضوان اللہ علیہ آئے تھے اور یہ شہر فتح کیا تھا۔شکر گزاری کے جذبات سے لبریز میرے ہاتھ دعا کے لئے اٹھے ہوئے تھے اور آنکھوں سے آنسو رواں تھے کہ اے اللہ! اب اس سرزمین پر حقیقی اسلام احمدیت کا جلد نفوذ ہو۔مزار پر بہت سے لوگ دعا کے لئے آئے ہوئے تھے۔مزار مبارک پر خوبصورت جنگلے کی چار دیواری ہے اور ذرا اونچائی پر ہے اور کچھ تبرکات بھی رکھے ہیں۔ ساتھ ہی مسجد ہے جس پر بڑے حروف میں لکھا ہوا ہے Eyup Sltan mosque۔ مسجد کی زیارت بھی کی۔ یہاں بھی داخل ہوتے ہی سامنے کا حصہ عورتوں کے لئے مختص ہے۔ چونکہ نماز کا وقت تھا نماز ظہر وعصر ادا کی۔ الحمد للہ علیٰ ذالک۔

ترکی میں ہماری یہ مختصر سی سیر بہت اچھی رہی۔ ترکی کے لوگ بھی مسکراتے چہرے سے استقبال کرنے والے، خوش مزاج ہیں انگلش زبان بہت کم سمجھتے ہیں۔ ہماری بات سمجھنے کے لئے ان کو کسی انگلش سمجھنے والے کو بلانا پڑتا تھا۔سگریٹ نوشی عام ہے۔ جگہ جگہ قہوہ خانے ہیں۔ کھانا بہت اچھا اور ہر قسم کا مل جاتا ہے۔ آپ بھی جب کبھی موقع ملے ضرور ترکی کی سیر کو جائیں۔

DAILY LONDON ALFAZL ONLINE
www.alfazlonline.org
@alfazlonline
@alfazlonline
ONLINE EDITION | Download on the App Store | Google play
اپنے مضامین، آرٹیکلز، نظمیں اور آراء درج ذیل ذرائع میں سے کسی ایک پر بھجوائیں
+44 79 5161 4020
info@alfazlonline.org

آج کی دعا

اَللّٰھُمَّ رَحْمَتَكَ أَرْجُو، فَلَا تَكِلْنِي إِلَى نَفْسِي طَرْفَةَ عَيْنٍ، وَأَصْلِحْ لِي شَأْنِي كُلَّهُ، لَا إِلَهَ إِلَّا أَنْتَ

(ابوداؤد کِتَابُ النَّوْمِ بَابُ مَا يَقُولُ إِذَا أَصْبَحَ حدیث:5090)

ترجمہ:

اے اللہ! میں تیری رحمت کا امیدوار ہوں ‘ تو ایک لحہ کے لئے بھی مجھے میرے نفس کے حوالے نہ کرنا اور میرے سارے معاملات درست فرد ے ‘ تیرے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں۔

یہ سید و مولیٰ پیارے نبی حضرت محمد ﷺ کی پریشانی اور بے قراری کے وقت کی دعا ہے۔

حضرت عبد الرحمٰن بن ابی بکرؓ بیان کرتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ مصیبت زدہ کو یہ دعا کرنی چاہیئے۔

حضرت اقدس مسیح موعودؑ دعا کرنے کی اہمیت اور فضیلت بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں

دعا ایسی چیز ہے کہ خشک لکڑی کو بھی سرسبز کرسکتی ہے اور مُردہ کو زندہ کرسکتی ہے۔اس میں بڑی تاثیریں ہیں۔جہاں تک قضاء وقدر کے سلسلہ کو اللہ تعالیٰ نے رکھا ہے کوئی کیسا ہی معصیت میں غرق ہو دعا اس کو بچالے گی۔

(الحکم 28فروری 1903)

تجھے دنیا میں ہے کس نے پکارا
کہ پھر خالی گیا قسمت کا مارا
تو پھر ہے کس قدر اس کو سہارا
کہ جس کا تو ہی ہے سب سے پیارا
ہوا میں تیرے فضلوں کا منادی
فَسُبْحَانَ الَّذِیْ اَخْزَی الْاَعَادِیْ
ہوئے ہم تیرے اے قادر توانا
تیرے در کے ہوئے اور تجھ کو جانا
ہمیں بس ہے تیری درگہ پہ آنا
مصیبت سے ہمیں ہر دم بچانا
کہ تیرا نام ہے غفار و ہادی
فَسُبْحَانَ الَّذِیْ اَخْزَی الْاَعَادِیْ

مرسلہ: مریم رحمٰن

درخواست دعا

• مکرم انصر شہزاد باجوہ (متعلم جامعہ احمدیہ) یہ اعلان بھجواتے ہیں:

خاکسار کے عزیز دوست مکرم عبد الرحیم اشفاق (متعلم جامعہ احمدیہ) کے والدِ محترم محمد اشفاق صاحب بوجہ عارضہ دل ہسپتال میں داخل ہیں۔ قارئین الفضل سے ان کی کامل صحت یابی کے لئے دعا کی درخواست ہے کہ اللہ تعالیٰ انہیں جلد صحت و شفا کاملہ و عاجلہ عطا فرمائے۔ آمین

چھوٹی مگر سبق آموز بات

خاتمہ بالخیر کا ایک اہم ذریعہ

ہمارے مذہب اسلام نے جس طرح سے ہر معاملے میں ہماری راہنمائی فرمائی ہے اسی طرح سے خاتمہ بالخیر کے بھی متعدد طریق بیان کئے ہیں۔ان میں سے ایک یہ بھی ہے کہ انسان نیکوں کی صحبت میں رہے اور اس طرح سے ان کے انوار اور ان میں پائی جانے والی عادات و اطوار سے فیض یاب ہو۔اور ان میں بھی نیکیوں کی تحریک پیدا ہو۔

’’اے وہ لوگوں جو ایمان لائے ہو! اللہ کا تقویٰ اختیار کرو اور صادقوں کے ساتھ ہو جاؤ۔‘‘

(سورۃالتوبۃ :آیت 119)

بشریٰ نذیر آفتاب۔سسکاٹون، کینیڈا

فقہی کارنر

نکاح میں لڑکی کی رضامندی ضروری ہے

ایک لڑکی کے دو بھائی تھے اور ایک والدہ۔ایک بھائی اور والدہ ایک لڑکے کے ساتھ اس لڑکی کے نکاح کے لئے راضی تھے مگر ایک بھائی مخالف تھا۔ وہ اور جگہ رشتہ پسند کرتا تھا اور لڑکی بھی بالغ تھی۔ اس کی نسبت مسئلہ دریافت کیا گیا کہ اس لڑکی کا نکاح کہاں کیا جاوے۔حضرت اقدس علیہ السلام نے دریافت کیا کہ وہ لڑکی کس بھائی کی رائے سے اتفاق کرتی ہے؟ جواب دیا گیا کہ اپنے اس بھائی کے ساتھ جس کے ساتھ والدہ بھی متفق ہے۔فرمایا:

پھر وہاں ہی اس کا رشتہ ہو جہاں لڑکی اور اس کا بھائی دونوں متفق ہیں۔

(الحکم 10 جولائی 1903، صفحہ 1)

(داؤد احمد عابد۔مربی سلسلہ برطانیہ)

طلوع وغروب آفتاب

14فروری2022ء	طلوع فجر	غروب آفتاب
مکہ مکرمہ	05:35	18:18
مدینہ منورہ	05:37	18:16
قادیان	05:50	18:14
ربوہ	05:30	17:54
اسلام آباد ٹلفورڈ	05:49	17:17